اردو کی کلاسیکی داستان

جوہرِ اخلاق

(دلچسپ اخلاقی کہانیاں)

از

جیمز فرانسس کارکرن

مرتبہ

ڈاکٹر محمد باقر

مجلسِ ترقیِ ادب ○ لاہور

بعونِ صناعِ مکین و مکان و بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۳۴

اُردو کا کلاسیکی اَدب

جوہرِ اخلاق

از جیمز فرانسس کارکرن

مرتب ڈاکٹر محمد باقر

ناشر

مجلسِ ترقیِ اَدب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

جوہرِ اخلاق۔ از جیمز فرانسس کارکرن ۔ مرتّب: ڈاکٹر محمد باقر

طباعتِ دوم: اپریل ۲۰۰۸ء/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ۔تعداد: ۱۱۰۰

[طبعِ اوّل: اپریل ۱۹۶۳ء۔تعداد: ۲۱۰۰]

O

ناشر شہزاد احمد
ناظمِ مجلسِ ترقّیِ اَدب، لاہور

مطبع علی پرنٹرز، ۱۹-اے، ایبٹ روڈ، لاہور

قیمت : ۶۰ روپے

☆......☆......☆

یہ کتاب محکمۂ اطّلاعات وثقافت وامورِ نوجوانان، حکومتِ پنجاب کے تعاون سے شائع ہوئی

مندرجات

☆......☆......☆......☆......☆

مقدّمہ

از

ڈاکٹر محمد باقر

(الف) ایسپ اور اس کی حکایات

ڈھائی ہزار سال ایک طویل عرصہ ہے لیکن ایسپ (Aesopus or Aesop) کی شہرت کو دیکھیے کہ اُس کی شخصیت معین اور معلوم نہ ہونے کے باوجود آج تک زندہ و پائندہ ہے۔ یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نصیحت آموز تماثیل لکھنے والا یہ مشہور یونانی ۶۲۰ اور ۵۶۰ قبلِ مسیح کے درمیان زندہ تھا۔ کچھ لوگ سرے سے ایسپ کی ہستی کے قائل نہیں کیوں کہ اس سے جو حکایات منسوب کی جاتی ہیں، اُن میں سے چند اور لوگوں سے بھی منسوب کی گئی ہیں لیکن عام تاثر یہی ہے کہ ایسپ سچ مچ ایک آدمی تھا۔ وہ فرگیا (Phyrgia) میں پیدا ہوا اور اُس زمانے کے رواج کے مطابق کئی آقاؤں کا غلام رہا، حتیٰ کہ ساموس (Samos) کے رہنے والے جادمن (Jadmon) نے اُسے آزاد کر دیا۔

غلامی سے نجات پانے کے بعد ایسپ؛ لائیڈیا (Lydia) کے بادشاہ کروسوس (Crossus) کی خدمت میں باریاب ہو گیا اور اُس نے اُسے سفیر بنا کر ڈیلفی (Delphi) بھیج دیا۔ یہاں ایک تکرار کے دوران میں اُسے ایک چٹان سے گرا کر ہلاک کر دیا گیا۔

ایسپ کی کوئی تحریر ہم تک نہیں پہنچی لیکن یہ امر یقینی ہے کہ ایسپ سے منسوب ہونے والی نثری حکایات ایتھنز (Athens) میں بڑی مقبول تھیں اور افلاطون کے بقول سُقراط نے اپنی

اسارت کے دوران میں ان میں سے چند حکایات کو منظوم بھی کیا تھا۔ چوں کہ ایسپ سے ان کی حکایات کا رابطہ تاریخی طور پر قائم نہیں ہوتا، اس لیے گمان یہی کیا جاتا ہے کہ اس وقت اُس کے نام سے جو حکایات مشہور ہیں، وہ مجعول ہیں۔ علاوہ ازیں اب یہ بھی ثابت کیا جاچکا ہے کہ ایسپ سے منسوب ہونے والی حکایت کا ماخذ اس مشہور یونانی سے قدیم تر ہے اور یہ حکایت مشرقی اقوام میں بہت پہلے سے مقبول ہیں۔ مثلاً شیر اور چوہا (زیرِ بحث کتاب میں سولھویں نقل) اور معدہ اور دیگر اعضا کی لڑائی (چھیالیسویں نقل) کی حکایات کے متعلق دو مشہور محققوں برگش (Brugsh) اور ماسپیرو (Maspero) نے ثابت کیا ہے کہ یہ مصر کی قدیم دستاویز (Pepyri) میں بھی محفوظ ہیں۔

بعض علما کا یہ بھی ادعا ہے کہ ایسپ سے منسوب ہونے والی تمام حکایات کے مآخذ عربی اور فارسی ہیں اور ایسپ دراصل حکیم لقمان کی یونانی شکل ہے۔ بہرصورت، حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو، صرف تاریخی طور پر یہ اتنا معلوم ہو چکا ہے کہ ایسپ کے زمانے سے تقریباً سات سو سال بعد، یعنی دوسری صدی عیسوی میں یونانی مصنف ببیری یوس (Barbius) نے ان حکایات کو تحریری طور پر محفوظ کرلیا تھا، پھر فیڈروس (Phaedrus) نے کئی حکایات کو لاطینی زبان میں رکھا۔ قرونِ اوسط میں حکایات کے جن مجعول مجموعوں میں ان حکایات کو شامل کیا گیا۔ ان میں چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں قسطنطنیہ کے راہب میکسی موس پلینو (Maximus Planudes) کی تصنیف قابلِ ذکر ہے پھر ایک مجموعہ ۱۶۱۰ء میں کائیڈ برگ سے شائع ہوا پھر فلارنس کے شہر سے ایک مخطوطہ برآمد ہوا جو پلینو ڈیس کی تصانیف سے قدیم تر بتایا جاتا ہے۔ ببیری یوس کی تصانیف کو مشہور انگریزی مصنف ردرفورڈ (W.G. Ruther Ford) نے ۱۸۸۳ء میں ایڈٹ کر کے شائع کیا اور اس سے ۳۸ سال پہلے یعنی ۱۸۴۵ء میں جیمز فرانسس کارکرن نے ان حکایات کا زیرِ نظر اُردو ترجمہ شائع کیا۔ اس اعتبار سے مشرقی زبانوں میں اس ترجمے کو اولیت کا فخر حاصل ہے اور یہ ترجمہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اسے ایک انگریز نے لکھا ہے۔

ایسپ کے انگریزی میں اور بھی بہت سے تراجم ہوئے ہیں لیکن مشہور ترجمہ ورنن جونز (V.S. Vernon Jones) کا ہے جو پہلی مرتبہ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں لندن سے شائع ہوا۔ اس پر مشہور انگریزی انشائیہ نویس چسٹرٹن (G.K. Chesterton) نے مقدمہ بھی لکھا۔

(ب) جیمز فرانسس کارکرن

زیرِ نظر کتاب **جوہرِ اخلاق** کے مولف جیمز فرانسس کارکرن کے سوانح حیات کے متعلق انتہائی کوشش کے باوجود مجھے کافی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ محبِ گرامی خلیل الرحمٰن داؤدی صاحب کی رہنمائی سے یہ معلوم ہوا کہ کتاب خانۂ دانش گاہ پنجاب میں اس کی تصنیف **تاریخِ ممالکِ چین** بھی محفوظ ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کی پہلی جلد کارکرن نے ۱۸۴۷ء میں شائع کی تھی۔ اس کتاب کے دیباچے میں وہ لکھتا ہے:

> ''الحمد اللہ کہ اب پہلی جلد چھپ کر ان بزرگوں کے حضور میں در پیش کی جاتی ہے جنھوں نے اشتہار کے چھپنے سے اپنا اپنا اسم مبارک خریداروں کے زمرے میں داخل کر کے راقم کو ممنونِ احسان فرمایا تھا۔ غرض چوں کہ بہ موجب اُس اشتہار کے یہ چاہتا تھا کہ جلد اوّل سال گزشتہ یعنی سن [کذا] ۱۸۴۷ء کے اکتوبر مہینے میں قالب طبع سے فارغ ہو کر جاری ہوئی۔۔۔۔۔''
>
> (تاریخِ ممالکِ چین: جلد اوّل، صفحہ ۴)

تاریخِ ممالکِ چین دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں دو دفتر ہیں اور دوسری جلد میں تین۔ اس کتاب کا جو ایڈیشن کتاب خانۂ دانش گاہ پنجاب میں محفوظ ہے، وہ مطبع نول کشور سے ۱۸۶۴ء میں شائع ہوا ہے اور اس پر یہ عبارت درج ہے:

''تصنیف افصح زمان ماہر علوم
جیمز کارکرن صاحب مرحوم''

اس اندراج سے پتا چلتا ہے کہ کارکرن کی وفات ۱۸۶۴ء سے قبل ہو چکی تھی۔

اس کتاب کے سرِ ورق سے اس امر کی نشان دہی ہوتی ہے کہ جیمز کارکرن پہلے عدالت دیوان صدر کلکتہ میں مترجم تھا اور پھر عدالت دیوان ممالک مغربی و شمالی میں وکیل ہو گیا تھا۔ **جوہرِ اخلاق** کے اختتام پر اس نے خود بھی ۱۸۴۵ء میں اپنے آپ کو عدالت دیوان صدر کلکتہ

سے متعلق دکھایا ہے کیوں کہ **جوہرِ اخلاق** کو وہ اپنے افسر رابرٹ کالڈن راٹری حاکم عدالت دیوانی صدر کلکتہ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''احقر العباد جیمز فرانسس کارکرن نے ترجمہ کر کے ------ جناب مستطاب، سخن پرور، عدل گستر، حاکم عدالت دیوان صدر کلکتہ، رابرٹ کالڈن راٹری بہادر دام دولتہ کی خدمت میں نذر دینے کو مدرسہ عالیہ میں سن [کذا] ۱۸۴۵ء میں چھپوایا۔''

جیمز کارکرن کا اُردُو کے علما اور اُردُو سے شغف اور انہاک شیفتگی کی حد تک تھا اور اُس نے اُردُو میں اس قدر مہارت بہم پہنچائی تھی کہ وہ اس کا بیان فخر یہ انداز میں کرتا ہے:

> ''چوں کہ بندے کو علما ہندوستان سے محبت قلبی ہے اور اُن بزرگ واروں کے فیضان صحبت سے اتنا ملکہ اس غیر زبان میں پیدا ہوا ہے کہ یہ عبارت بے ہندوستانی کی مدد کے لکھتا ہوں۔''
>
> (**تاریخِ ممالکِ چین**: جلد اوّل، صفحہ ۴)

گو **جوہرِ اخلاق** کے ترجمے کے وقت اُس نے یہ احتیاط برتی تھی کہ اُسے بامحاورہ بنانے کے لیے اُس نے اسے شاہ الفت حسین موسوی کو دکھلایا تھا لیکن یہ بیان بھی اُس کے علمی ذوق پر دال ہے:

> ''**جوہرِ اخلاق** یونانی ایسپ کی نقلیات کا ترجمہ اُردُو زبان میں دلّی اور لکھنؤ کے خاص لوگوں کے محاورے میں، جس کو احقر العباد جیمز فرانسس کارکرن نے ترجمہ کر کے اور شاہ الفت حسین موسوی کی نظر سے گزران کے ---- چھپوایا''

تاریخِ ممالکِ چین اور **جوہرِ اخلاق** کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کارکرن نہ صرف اُردُو کا ایک عالم اور فدا کار تھا بلکہ بنیادی طور پر وہ عربی اور فارسی میں بھی کافی وارد تھا، کیوں کہ اُس نے اپنی ان دو تالیفات میں جو زبان استعمال کی ہے، اُس میں اُس نے عربی کے نہایت موزوں الفاظ اور فارسی کے خوب صورت اسالیب بیان استعمال کے ہیں۔ **جوہرِ اخلاق**

میں اس نے خالص ہندی کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں جو اور کہیں نظر نہیں آتے۔ ان کی تفصیل ابھی عرض کی جائے گی۔

جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا، ان مختصر معلومات کے علاوہ کارکرن کے سوانح حیات تفصیل سے دستیاب نہیں ہوئے اور یہ معلومات بھی اُس کی اپنی تالیفات ہی سے اخذ کی گئی ہیں۔

(ج) جوہرِ اخلاق

جوہرِ اخلاق: کارکرن کے اپنے بیان کے مطابق ایسپ کی حکایات کا ترجمہ ہے۔ یہ پتا نہیں چلتا کہ اُس نے یہ ترجمہ براہ راست یونانی سے کیا یا انگریزی کے توسط سے۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی کے تراجم اُس کی دست رس میں نہیں تھے، کیوں کہ انگریزی میں تراجم کے جو مجموعے میری نظر سے گزرے ہیں، اُن میں سو سے زیادہ حکایت محفوظ ہیں اور کارکرن نے صرف پچاس حکایات کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ کارکرن نے صرف پچاس حکایات کا ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہو۔ ویسے انگریزی کے تراجم سے کارکرن کے اُردو کے ترجمے کا متن بھی مختلف ہے۔ میں طوالت کے خوف سے تقابلی نمونے حذف کرتا ہوں۔ قارئین خود اس چیز کو بشرطِ شوق ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

انگریزی کے تراجم میں ہر حکایت کے آخر میں ''نتیجہ'' یا "Moral" نثر میں دیا ہوا ہے لیکن کارکرن نے اس کی بجائے ہر حکایت کے اختتام پر ''حاصل'' کے عنوان سے دو سے چار شعر ہم وزن درج کیے ہیں۔ یہ شعر بھی اُس نے خود لکھے ہیں اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اُردو کا شاعر بھی تھا اور بے عیب شعر لکھتا تھا۔ صرف ایک جگہ اُس نے کافیوں کے سلسلے میں ٹھوکر کھائی ہے جہاں وہ ''کو'' ''کو'' ''خو'' کے قافیے کے ساتھ نظم کر گیا ہے۔

نصیحت میری سن لے اے نیک خو
بڑی آفتوں سے بچا آپ کو

(جوہرِ اخلاق: صفحہ ۶۳)

(د) طرزِ تحریر

اسی طرح بعض حکایت کے طرزِ تحریر میں کارکرن نے یہ التزام ملحوظ رکھا ہے کہ پیش (ُ) کی جگہ واؤ کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً ''اُسے'' کو ''اوسے'' اور ''اُس وقت'' کو ''اوس وقت'' (صفحہ ۲) سے لکھا ہے۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی شکل بھی اسی طرزِ تحریر کی پیروی کرتے ہوئے آج کل کے رواج سے مختلف لکھی ہے:

اوسی	(ص ۵)	اُسی
اودھر	(ص ۱۵)	اُدھر
اوڑو	(ص ۱۵)	اُڑو
چورایا	(ص ۲۱ و ۶۴)	چرایا
ڈوبانے	(ص ۴۵)	ڈُبانے
جوتا	(ص ۴۵)	جُتا
چھوڑا	(ص ۵۲)	چُھڑا
دوکان	(ص ۶۴)	دُکان

زیر (ِ) کی علامت کو ظاہر کرنے کے لیے اکثر جگہ پر ''ی'' کا استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً:

سیوا	(ص ۴)	سوا
لییۓ	(ص ۹)	لیے
دیکھلایا	(ص ۱۲)	دکھلایا

ہائے ہوز اختتامی (ہ) کے لیے اکثر الفاظ میں کارکرن الف استعمال کرتا ہے، مثلاً:

توبا	(ص ۲۲)	توبہ
مادا	(ص ۲۸)	مادہ
بچا	(ص ۳۸)	بچہ
راستا	(ص ۴۴)	راستہ

چارجاما	(ص ۴۵)	چار جامہ
ہلّا	(ص ۴۸)	ہلّہ
بدلا	(ص ۶۳)	بدلہ

املا میں چند اور نامانوس یا آج کل کے رواج کے خلاف جو کلمات نظر آئے، اُن کی فہرست درج ذیل ہے:

ٹھرایا	(ص ۳)	ٹھہرایا
یہہ	(ص ۵)	یہ
ہاتھہ	(ص ۸)	ہاتھ
چھٹھیں	(ص ۸)	چھٹی
چھین نے	(ص ۸)	چھیننے
بھڑیا	(ص ۹)	بھیڑیا
دیویگا	(ص ۱۶)	دے گا
پایگا	(ص ۱۸)	پائے گا
ایک چالیسویں	(ص ۴۹)	اکتالیسویں
جھوڑی	(ص ۵۲)	جھاڑی
کے	(ص ۵۸)	کہ
مطلقا	(ص ۶۰)	مطلقاً

لیکن مجلس نے زیرِ نظر نسخے میں بیش تر املا کی وہی شکل اختیار کی ہے جو آج کل رائج ہے اور جس سے اُردو قارئین اچھی طرح مانوس ہیں۔

(ہ) محاورات، تراکیب اور امثال

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے، کارکرن نہ صرف اُردو کا ماہر تھا بلکہ عربی، فارسی اور ہندی میں بھی وارد تھا اور نسلاً انگریز تھا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اُس کی اُردو میں ان تمام زبانوں کی آمیزش کی جھلک

نظر آتی ہے اور وہ محاورات، تراکیب، اسالیب بیان اور امثال کو کبھی کبھی اپنے نقطۂ نظر سے وضع کرتا ہے لیکن نفس مضمون کو اس انداز سے نبھاتا ہے کہ اُس کی یہ روش گراں نہیں گزرتی۔ راقم کی رائے یہ ہے کہ کارکرن کا یہ کتابچہ اس حقیقت کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ عصر حاضر میں ہم نے اُردُو کو عالمانہ اور معیاری سانچوں میں گانٹھ باندھ کے اس کی وسعت، ہر دل عزیزی اور ہمہ گیری کو محدود کر دیا ہے۔ اُردُو بنیادی طور پر ایک مرکب زبان ہے۔ ہر زبان کے الفاظ کو اپنے اندر سمونے اور جذب کرنے کی اہلیت رکھتی ہے اور مختلف زبانوں کے اسالیب بیان کو بھی اپناتی ہے اگر ہم نئے نئے محاورات، تراکیب، امثال اور اسالیب بیان کا اضافہ اُردُو میں کرتے رہیں تو اس کا دامن وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔

مثال کے طور پر **جوہرِ اخلاق** سے انتخاب کر کے ذیل میں اُن کلمات، محاورات، تراکیب، امثال اور اسالیب بیان کے نمونے درج کیے جاتے ہیں جن پر شاید آج کل کے علما یہ کہہ کر معترض ہوں کہ یہ معیاری اُردُو نہیں ہے اور ہم زیادہ سے زیادہ انھیں متروکات کا درجہ دے سکتے ہیں لیکن اگر آپ ان ہی عبارات کو متن میں دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ کارکرن نے انھیں نہایت چابک دستی سے استعمال کیا ہے اور متن میں اس طرح سجایا ہے کہ حرف گیری کرنے کو جی نہیں چاہتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اُردُو کی لسانی ترقی کے مطالعے کے اعتبار سے یہ مندرجات ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس امر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ آج سے سوسوا سو سال پہلے اُردُو کس قدر وسیع زبان تھی۔ قارئین کی سہولت کے لیے اور مزید لسانی تحقیق کے لیے **جوہرِ اخلاق** کے زیرِ بحث مندرجات کو مختلف عنوانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے:

(و) نامانوس یا غیر مروّج اسالیب بیان

گھورے پر چگتے میں	(ص ۲)	گھورے پر چگتے ہوئے
جو روٹی کا ٹکڑا ملے بھوک میں	(ص ۳)	اگر بھوک کے وقت روٹی کا ٹکڑا ملے
دم ناک پر لاتا ہے	(ص ۳)	ناک میں دم کرتا ہے
ہوش اور حواس	(ص ۵)	ہوش وحواس
طعنے مانے	(ص ۱۳)	طعنے تشنے (مانے کو مہمل کے طور پر استعمال کیا ہے)

چکھی کرنے لگے	(ص ۱۴)	چکھنے لگے
بھاگتے ہی بن آیا	(ص ۱۴)	بھاگتے ہی بنی
ٹکڑا پارچا	(ص ۱۵)	ٹکڑا
لات اُٹھائی	(ص ۱۸)	لات ماری
اُس کی بات کو بالکل خیال نہیں کیا	(ص ۲۲)	اس کی بات کا بالکل خیال نہیں کیا
انھوں کے شامل	(ص ۲۳)	اُن کے ساتھ
ہوش ہوا	(ص ۲۳)	ہوش آیا
چٹکیوں پر اوڑاتے تھے	(ص ۲۳)	چٹکیوں میں اُڑاتے تھے
جو ہماری حالت اصلی	(ص ۲۵)	جو ہماری اصلی حالت تھی اُس پر چھوڑ دے
ہمیش	(ص ۲۵)	ہمیشہ
نقب دینے	(ص ۲۷)	نقب لگانے
مہمان کو کہا	(ص ۳۶)	مہمان سے کہا
موزے لیے	(ص ۳۹)	لتے لیے
لوٹ پاٹ	(ص ۴۰)	لوٹ لاٹ
رجوع کی	(ص ۴۲)	رجوع کیا
آگے سے	(ص ۴۵)	پہلے سے
دام فریب کو بچھا کر	(ص ۵۴)	دامِ فریب بچھا کر

(ز) عربی کلمات

حرمیں	(ص ۴)	بیویاں
نقاض	(ص ۷)	اختلاف
خصوص	(ص ۱۴)	خصوصاً
خلاص کر دیا	(ص ۲۰)	رہائی دلوائی

مخلصی	(ص ۶۳)	رہائی
نقلیات	(ص ۶۷)	حکایات

(ح) فارسی کلمات وتراکیب

الوش	(ص ۱۴)	بچا کھچا کھانا
خاوند	(ص ۱۹)	مالک
دریافت کیا	(ص ۳۶)	سمجھا
نصیب ور	(ص ۴۴)	خوش نصیب
شاخ دار	(ص ۵۱)	سینگوں والا
شاخوں	(ص ۵۲)	سینگوں
مالور	(ص ۵۳)	مال دار
خان زاد	(ص ۶۲)	خانہ زاد، غلام ابن غلام
آزادگی	(ص ۶۲)	آزادی

(ط) ہندی کلمات

گھورا	(ص ۲)	کوڑا
پلو	(ص ۴۰)	کوڑا
جڑ	(ص ۴۳)	جزیرہ
کبھی گاڈی ناؤ پر اور کبھی ناؤ گاڈی پر	(ص ۴۵)	تقدیر کے نشیب وفراز کو ظاہر کرنے کے لیے مثل
کنے	(ص ۵۴)	پاس، ملکیت میں
ٹولیا	(ص ۶۰)	دوست، پڑوسی

محمد باقر

(ماڈل ٹاؤن، لاہور)

۲۷ جنوری ۱۹۶۲ء

توضیحات

۱۔ اصل کتاب کے املا کو اکثر موجودہ املا میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور بعض جگہ قوسین ( ) میں تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲۔ غیر مانوس الفاظ کی تشریح پاورقی (حاشیے) میں کر دی گئی ہے۔

۳۔ قوسین ( ) کے اندر ایڈیٹر نے جو الفاظ اور عبارت درج کی ہیں، یہ عبارت یا تو اصل کتاب سے تلف ہو گئی ہیں یا کسی وضاحت کے لیے اضافہ کی گئی ہیں۔

۴۔ کتاب اور مقدمے کی تدوین میں صرف دو بیرونی کتب سے مدد لی گئی ہے:

(الف) Platts, John T.; ***A Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English.*** Hertford, 1930.

(ب) **تاریخِ ممالکِ چین** : تصنیف جیمز کارکرن۔ مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۸۶۴ء۔

☆......☆......☆......☆......☆

جوہرِ اخلاق

از

جیمز کارکرن

مرتب

ڈاکٹر محمد باقر

پہلی نقل

ایک روز کسی مرغ نے کسی گھورے[1] پر چگتے میں ایک جواہر بیش قیمت دیکھا۔ افسوس سے ایک آہ سرد بھر کر کہنے لگا کہ جوہری کے ہاں اس کی بہت قدر ہوتی لیکن میرے نزدیک ایک دانہ اناج کا اس سے ہزار درجے بہتر تھا۔

حاصل

جسے گندم و جو سے ہووے سرور
نہیں کچھ اُسے لعل و گوہر ضرور
جو روٹی کا ٹکڑا ملے بھوک میں
تو معلوم ہو زر سے بہتر ہمیں

---

(۱) گھورا۔کوڑا کرکٹ

Ghura: Sweeping, rubbish: - soil manure;-a dustheap, dunghill; a temporary fire-place; a stove (Platts).

دوسری نقل

ایک مرغِ اجل گرفتہ کسی گیدڑ کے پالے پڑا۔ ہر چند اپنا شکار دیکھ کے گیدڑ کا جی للچایا، پھر بھی اس نے فی الفور مرغ کو اس لیے نہیں چکھا تا کہ لوگ جانیں کہ دنیا میں اتنا ایمان اب تلک بھی باقی ہے۔ اس وقت حیلہ جوئی کر کے ایسے ڈھنگ پر وہ چلا کہ وہ بے چارا سیدھا جانور صاف اس کے دام میں آ گیا، یعنی اس نے مرغ سے کہا کہ تو بڑا بدذات اور واجب القتل ہے، کیوں کہ تو ساری رات چِلّا چِلّا کے آس پاس کے اشراف پڑوسیوں کا دم ناک میں لاتا ہے، اور اس طرح لوگوں کو جگا رکھتا ہے کہ ہمارے ہم جنسوں کی معاش میں خلل واقع ہوتا ہے۔ بتلا تُو کس کام کا ہے؟ کیا سبھی کو حیران کرنے کے لیے تُو پیدا ہوا ہے؟ مرغ نے جواب دیا کہ حضرت! آپ نے کون سا ایسا قصور ٹھہرایا کہ بندے پر اتنا عتاب فرمایا؟ میں بانگ البتّہ دیتا ہوں لیکن خوامخواہ اور بے وقت نہیں۔ بندہ آفتابِ عالمِ تاب کا نقیب ہے اور اس خسرو گردوں سریر کی بر آمد (کی خبر) دیتا ہے۔ سو اس کے موذنی کرتا ہوں اور نماز و ظیفے کے لیے لوگوں کو جگا دیتا ہوں اور غریب غربا کو سحر کے وقت ہوشیار کرتا ہوں کہ اٹھو! اپنے کاروبار میں جاؤ! علاوہ اس کے بندے کی بہت سے حرمیں ہیں، جس روز جو کہ اپنی قسمت کی برائی سے میری صورت نہیں دیکھنے پاتی، وہ بے چاری میری آواز سن کر خوش رہتی ہے۔

گیدڑ نے کہا: ”بس بس! تو اپنی زنا کاری کا اپنے منہ سے آپ اقرار کرتا ہے۔ اگر میرے ناشتے کا وقت نہ ہوتا تو تجھ کو مار ڈالنا شرعاً واجب تھا۔“ یہ کہتے ہی گیدڑ نے اس کو اور اس کے قصّے کو تمام کر دیا۔

حاصل

زبردست جب حیلہ جوئی پر آئے
نہ ہوئے ضعیف اس سے عہدہ برآئے
مقابل ہو ظالم کے جب زیرِ دست
سمجھ نسبت مور با فیل مست

تیسری نقل

ایک سرچشمے پر ایک بھیڑیا پانی پی رہا تھا۔ اتفاقاً ایک بھیڑ کا بچہ اسی چشمے پر آیا، لیکن بھیڑیے سے بہت دور پانی پینے لگا۔ اُسے دیکھتے ہی بھیڑیا دانت نکال کر دوڑا اور گالیاں دینے لگا کہ کیوں رے نابکار! جس پانی کو میں پیتا ہوں، تو اس کو جھوٹا اور گدلا کرتا ہے۔ کیا تیری کم بختی آئی ہے؟ یہ سنتے ہی بچے کے ہوش اور حواس اُڑ گئے کہ یہ کیا بلا آئی۔ اُس نے جواب دیا کہ اتنے فاصلے پر میں نے پانی کو کس طرح سے گدلا کیا ہے؟ چوں کہ بھیڑیے کا مطلب یہی تھا، اُس نے کہا: ''تو کیا بکتا ہے کیا اپنے باپ کا احوال تُو بھول گیا؟ چھ مہینے ہوئے کہ اسی طرح سے بڑوں سے گستاخی کے لیے اُس کی جان گئی۔ کیا اُس طرح سے اپنی زندگی تجھ کو بھاری معلوم ہوتی ہے؟'' بچے نے کہا: ''حضرت! بندے کی اس بات کو لغو نہ سمجھیے۔ چھ مہینے پہلے میں پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ میں اس وقت کی کیا خبر رکھتا ہوں۔ خیر، جو باپ نے کیا باپ نے پایا، بیٹے کا کیا قصور؟'' بھیڑیے نے کہا: ''تُو پھر منہ لگتا ہے، لیکن تو کیا کرے۔ یہ نطفے کا اثر ہے، اور ہم لوگوں سے ٹیڑھے ہو کر چلنا تیری قوم کی عادت ہے۔ تب تو صحیح (سہی) جب تجھ سے ستر پشت کا بدلہ لوں۔ اتنا کہہ کر..........

(بقایا متن افتادہ ہے)

حاصل

کسی کو نہ دنیا میں ہوے نصیب
کہ ظالم کے پالے پڑے وہ غریب
اگر پاس بے زور کے ہو دلیل
زبردست کے سامنے ہے ذلیل
نہیں ذی مروت جو خود کام ہے
کہ مطلب سے اپنے اُسے کام ہے

چوتھی نقل

ایک دفعہ چوہوں اور مینڈکوں میں جھیل اور تالاب کی ریاست کے یے بڑی لڑائی ہوئی، اس واسطے کہ طرفین اپنے باپ دادا کی میراث اُسے قرار دیتے تھے۔ دونوں طرف کے دو پہلوانوں نے میدان لیا لیکن ان کی جنگ ہنوز تمام نہیں ہوئی تھی کہ ایک چیل جھپٹا مارتی ہوئی آئی اور دونوں کو چنگل میں لے کے اُڑ گئی۔

حاصل

جو آپس میں لڑتے ہیں ناداں ہیں وہ
مگر اپنی دانش پہ نازاں ہیں وہ
کچہری میں بھرتے ہیں سب مال و زر
نہیں اپنے آگے کی رکھتے خبر

لڑائی میں کھو کر کے سرمایا سب
گدائی کریں گے برنج و تعب
یہ ثابت ہے عاقل پر اے نکتہ ور
جہاں میں نہیں پھوٹ سے بد ثمر

پانچویں نقل

ایک روز کسی شیر اور ریچھ نے باہم ہو کر ایک ہرن شکار کیا لیکن جب صید ہاتھ آیا، کسی کو برابر کا حصہ لینا منظور نہ ہوا۔ آخر آپس میں نقاض ہوا۔ یہاں تک دونوں لڑے کہ بے دم ہو کر گر پڑے؛ نہ اس کو طاقت رہی نہ اُس کو۔ اس میں ایک گیدڑ آن پہنچا۔ ان دونوں کا حال دیکھ کر اس نے کہا: ''واہ واہ! یہ اچھا شگوفہ پھولا۔ خیر، میری قسمتوں سے مجھے یہ شکار ملا، میں کیوں اسے چھوڑ دوں۔'' یہ کہہ کر دونوں کی آنکھوں کے سامنے سے ہرن کو گھسیٹ کر لے گیا۔ شیر اور ریچھ ہاتھ پٹک کر رہ گئے اور یہ نہ کیا کہ دونوں کم بختوں نے آپس میں آدھوں آدھ بنٹ لیا۔ اس نے سب کا سبھی۔ لے کر چل دیا۔

حاصل

جہاں چاہو اس کا کرو امتحاں
ہے آپ کے جھگڑے میں تم کو زیاں
کرو گے کچہری کا گر تم خیال
تو کھو بیٹھو گے ہاتھ کا اپنے مال

کچہری کے کتے جو ہیں سب نڈر
تمھیں نوچ کھائیں گے واں دیکھ کر
جسے بہتری اپنی منظور ہو
گرا دے وہ جھگڑوں کی دیوار کو

چھٹی نقل

ایک کتا منہ میں ٹکڑا گوشت کا لیے دریا کے پار ہوتا تھا۔ اپنا سایہ جو اس نے پانی میں دیکھا، سمجھا کہ دوسرا کتا اس طرح سے گوشت لیے جاتا ہے۔ حرص کے مارے، اس کا گوشت چھیننے کے ارادے سے جو لپکا، اس کے اپنے منہ میں جو تھا، وہ بھی گر پڑا۔

حاصل

جہاں میں ہے لالچ کا بازار گرم
نہیں لالچی کو ہے لوگوں سے شرم
جو ہے لالچی خوار ہوتا ہے وہ
کہ اپنی گرہ کا بھی کھوتا ہے وہ

ساتویں نقل

ایک شیر، ایک بھیڑیا، ایک ریچھ اور ایک گیدڑ باہم ایک ہوئے اور یہ اقرار کر کے شکار کو نکلے کہ جو صید ہاتھ آوے، آپس میں بانٹ لیویں۔ غرض ایک بارہ سنگھا ہرن شکار ہوا اور چار حصے کیا گیا مگر جب اپنا ٹکڑا لینے کو سب چلے، شیر نے روکا اور کہا: ''سنو! پہلا حصہ میرا ہے، اس لیے کہ میں تم سب سے بزرگ تر ہوں، اور دوسرا حصّہ بھی میرا ہے کیوں کہ میری ہی محنت سے ہرن ہاتھ آیا اور تیسرے حصے کی مجھ کو بڑی ضرورت ہے، اُسے بھی خواہ نخواہ میں ہی لوں گا اور چوتھے حصّے کو تم مجھ کو نذر نہیں دو گے تو میں دیکھ لوں گا کہ تم کیسے باپ کے بیٹے ہو''۔ تینوں یہ سن کر دم دبا دبا کے چپکے وہاں سے سرک گئے۔

حاصل

توانا کا ساتھی نہ ہو زیر دست
کسی طرح کا وہ کرے بندوبست
کرے جو غریبوں سے قول و قرار
کہاں یاد پھر اس کا ، نکلا جو کار
غرض جب نہیں تم سے اے میری جان
نہیں تم پہ رہنے کا وہ مہربان
برابر سے اپنے کرو دوستی
کہ خواری نہ دیکھو گے اس میں کبھی
برابر سے اپنے کرو کاروبار
نہ پاؤ گے اس گل کو تم خار دار

آٹھویں نقل

ایک بھیڑیے کے گلے میں ہڈی اٹکی، ایک سارس کے پاس گیا اور کہا: ''بھائی! تجھے لمبی چونچ اور گردن اللہ نے دی ہے۔ یہ ہڈی نکال دے۔ آرام پانے سے تجھے خوش کروں گا۔'' سارس نے ہڈی نکال دی اور قول و قرار کے موافق انعام مانگا۔ بھیڑیے نے آنکھ بدل کے کہا: ''کیسا انعام چاہتا ہے؟ واہ واہ! کیا خوب! بھیڑیے کے منہ میں گردن دے کے پھر اسے ثابت پایا، اسی کو خیر نہیں جانتا۔! چل کافور ہو! تیرا سر جو گردن پر برقرار ہے، اسی کو غنیمت جان!''

حاصل

نہیں ہو گا ظالم کبھی یار جان
نہ ہوگی وفا اُس میں اے مہربان
اگر اس کے پالے پڑے تو کبھی
بغیر از ضرر تیری ہو مخلصی
دو گانا ادا کیجو تُو شکر کا
کہ ظالم کے پنجے سے چھوٹا بھلا

نویں نقل

ایک دفعہ جاڑے کے موسم میں بڑی شدت سے برف گری۔ کوئی ایک دہقان گھر کے جو باہر ہوا، ایک سانپ کو دیکھا کہ پالے کا مارا پڑا ہوا ہے۔ اس موذی کے حال پر اس نادان کو رحم جو آیا، اُسے اٹھالیا۔ گرمی جو اس موذی کو پہنچی، سلبگایا اور دہقان کی ہتھیلی میں کاٹ لیا۔ دہقان نے کہا: ''اے کم بخت! بے وفا! دوست اور دشمن کو نہیں پہچانتا۔ جس نے تجھ کو جلایا، اس کو تو نے مارا۔''

حاصل

کبھو بے وفا سے نہ کر دوستی
کہ ہے دشمنی ساتھ اُس کے بھلی
جو موذی ہے، ہو گا نہیں تجھ سے رام
بھلا اس کے حق میں ہے کرنا حرام

دسویں نقل

ایک گدھا شیر کا منہ چڑھانے (چڑانے) اور اس سے تمسخر کرنے لگا۔ شیر کو غصہ جو آیا تو اس نے دانت دیکھلایا (دکھلایا) مگر آخر کچھ مسکرایا اور کہا کہ خیر، خوش رہ! مگر اپنا گدھا پن نہ چھوڑنا اور یاد رکھنا کہ تیری کم ظرفی نے آج تیری جان بچائی۔ اگر میرے غضب کے قابل تو ہوتا تو میں اسی وقت قیامت برپا کر دیتا۔

آٹھویں نقل

ایک بھیڑیے کے گلے میں ہڈی اٹکی، ایک سارس کے پاس گیا اور کہا: ''بھائی! تجھے لمبی چونچ اور گردن اللہ نے دی ہے۔ یہ ہڈی نکال دے۔ آرام پانے سے تجھے خوش کروں گا۔'' سارس نے ہڈی نکال دی اور قول و قرار کے موافق انعام مانگا۔ بھیڑیے نے آنکھ بدل کے کہا: ''کیسا انعام چاہتا ہے؟ واہ واہ! کیا خوب! بھیڑیے کے منہ میں گردن دے کے پھر اسے ثابت پایا، اسی کو خیر نہیں جانتا۔! چل کافور ہو! تیرا سر جو گردن پر برقرار ہے، اسی کو غنیمت جان!''

حاصل

نہیں ہو گا ظالم کبھی یار جان
نہ ہوگی وفا اُس میں اے مہربان
اگر اس کے پالے پڑے تو کبھی
بغیر از ضرر تیری ہو مخلصی
دو گانا ادا کیجو تُو شکر کا
کہ ظالم کے پنجے سے چھوٹا بھلا

نویں نقل

ایک دفعہ جاڑے کے موسم میں بڑی شدت سے برف گری۔ کوئی ایک دہقان گھر کے جو باہر ہوا، ایک سانپ کو دیکھا کہ پالے کا مارا پڑا ہوا ہے۔ اس موذی کے حال پر اس نادان کو رحم جو آیا، اُسے اٹھالیا۔ گرمی جو اس موذی کو پہنچی، سلبلایا اور دہقان کی ہتھیلی میں کاٹ لیا۔ دہقان نے کہا: ''اے کم بخت! بے وفا! دوست اور دشمن کو نہیں پہچانتا۔ جس نے تجھ کو جلایا، اس کو تُو نے مارا۔''

حاصل

کبھو بے وفا سے نہ کر دوستی
کہ ہے دشمنی ساتھ اُس کے بھلی
جو موذی ہے، ہو گا نہیں تجھ سے رام
بھلا اس کے حق میں ہے کرنا حرام

دسویں نقل

ایک گدھا شیر کا منہ چڑھانے (چڑانے) اور اس سے تمسخر کرنے لگا۔ شیر کو غصہ جو آیا تو اس نے دانت دیکھلایا (دکھلایا) مگر آخر کچھ مسکرایا اور کہا کہ خیر، خوش رہ! مگر اپنا گدھا پن نہ چھوڑنا اور یاد رکھنا کہ تیری کم ظرفی نے آج تیری جان بچائی۔ اگر میرے غضب کے قابل تُو ہوتا تو میں اسی وقت قیامت برپا کر دیتا۔

حاصل

جو سفلے کی باتیں کریں ہم خیال
بچانا ہمیں اپنا جی ہو وبال
ہیں سفلے کی باتیں جو سفلے کے ساتھ
امیر اُس میں ہرگز نہ دے اپنا ہاتھ
نہ ہو گا تو گالی سے اُس کی خفیف
نہ تعریف سے اُس کی ہو گا شریف

گیارھویں نقل

کسی گانو(گاؤں) کے چوہے نے اپنے ایک شہری بھائی کی دعوت کی۔گاؤں میں جو کچھ میسّر ہوا،جیسا کہ باسی روٹی کے سوکھے ٹکڑے اور پنیر کی کترن؛اس نے حاضر کی۔ دونوں دسترخوان پر بیٹھے اور کھانے لگے۔شہری چوہے کو اور ہی مزا پڑا ہوا تھا۔اس طرح کی غذا اس نے کبھی نہیں کھائی تھی ۔ ہر چند اس سے جی اس کا گھبرایا،مگر مارے لحاظ کے کچھ نہ کہا۔غرض،طعنے مانے میں اس نے کہا کہ ایسی سنسان جگہ میں رہنا اور اس طرح کی خوراک کھانا آپ کی شان سے باہر ہے۔جب رخصت ہوا تو بدلا اُتارنے کو شہری چوے نے ایک روز دہقانی بھائی کی دعوت کی اور اپنے ساتھ اُسے شہر کے ایک عالی شان مکان میں لے گیا ۔وہاں پہنچ کر شہری چوہے نے نعمت خانے میں اسے لے جا کر ایک سے ایک نعمت دکھلائی۔ بعد اس کے دالان میں جا کے میز پر کیا دیکھتے ہیں کہ اُسی رات کا بچا بچایا کھانا رکھا ہے۔خوش

ہو کر شہری چوہا اپنے بھائی کو ایک مخمل کے پلنگ پر بٹھلا کے نفیس نفیس چیزیں کھلانے لگا اور آپ بھی شریک ہوا۔ یہ سب سامان دیکھ کے بے چارے دیہاتی چوہے کی عقل اڑ گئی، کیوں کہ اس کے لیے بہشت بریں کی نعمتیں وہاں جمع تھیں۔ اتنے میں دروازہ کھل گیا اور بہت سے نوکر چاکر شور وغل مچاتے ہوئے خاوند کے الوش [1] پر بے اختیار گر پڑے اور چکھی کرنے لگے۔ اس دھوم دھام میں دونوں چوہوں کو بھاگتے ہی بن آیا، خصوص دہقانی کی بری نوبت ہوئی کیوں کہ اس بلا میں اس کے دشمن بھی کبھی نہیں پھنسے تھے۔ وہ ایک کونے میں خوف کے مارے تھرتھرا رہا تھا کہ شہری چوہا اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''بھائی! گھبراؤ مت! وہ جھوٹے خور سب نکل گئے۔ چلو! پھر چکھیاں کریں۔'' دہقانی نے کہا: ''اس کھانے سے بندہ باز آیا اگر آپ کے کھانوں میں بہشت کی نعمتوں کا مزا بھی ہو تو اُس سے مجھے معاف کیجیے۔ میرے پنیر کا کترن اور سوکھی روٹی کا ٹکڑا پار چا ساتھ آرام اور چین کے میرے لیے بڑی نعمت ہے۔ یہ لطیف غذا اتنے اندیشوں کے ساتھ آپ ہی کو مبارک رہے''۔

حاصل

کلاوہ سلاطیں جو ہے زر نگار
وہ ظاہر میں ہے پھول، باطن میں خار
جو بے کھٹکے اک گوشے میں ہو مقام
کریں تخت نادر کو ہم سو سلام

---

(۱) الوش، الش، بچا کھچا کھانا۔
Ulash, Ulush, Leavings of food from the table of a great personage (of which the servants partake) (Platts).

بارھویں نقل

ایک کالے کوے کو کہیں جو ایک گھونگھا ملا تو چونچ سے گھنٹوں اس نے ادھر اُدھر ٹھونکا مگر توڑ نہ سکا۔ ایک کوّے نے دیکھ کر کہا: ''یار! یوں نہیں، تم چونچ میں اسے لے کے اوپر اُڑو۔ جب بلندی پر پہنچو، اس بڑے پتھر پر اسے پٹک دو۔ اتنی دُور سے آپ سے آپ وہ ٹکڑے ہو جائے گا۔'' وہ کوّا بے چارا بھولا بھالا یہ سن کر خوش ہوا اور اوپر بہت اونچا اڑا اور کہنے کے مطابق اس نے کیا، مگر اس کے اترتے اترتے کالا کوّا اسے لے بھاگا۔

حاصل

اگر خود غرض سے تو لے گا صلاح
کہے گا وہ جس میں ہے اس کی فلاح
تجھے رنج دیوے گا وہ روسیاہ
ترے کام سب وہ کرے گا تباہ

تیرھویں نقل

ایک گیدڑ نے ایک کوے کو دیکھا کہ ایک لطیف لقمہ چونچ میں دبائے ہوئے درخت پر بیٹھا ہے۔ جی اس کا للچایا مگر اس کا حاصل کرنا مشکل دیکھا۔ جب اور کچھ نہ بن پڑی، اس نے کوے کی خوشامد شروع کر دی کہ سبحان اللہ! جیسی تیری صورت ہے، ویسی ہی

سیرت بھی تو نے پائی ہے۔ تیرے پر کیا خوش نما ہیں اور اس کی سیاہی پر کیا ہی جلوا ہے اور سیرت میں بھی توُ یکتا ہے۔ سوا تیرے کس پرند یا چرند کو خدا نے پیش بینی اور دور اندیشی اور غیب آگاہی عطا کی ہے؟ مگر ایک عیب کہ اس نے اپنے سب کارخانے میں باقی رکھا ہے، تا کہ اس صانع بے عیب کی برابری کوئی نہ کر سکے اگر اپنی صورت اور سیرت کے موافق تو خوش آواز بھی ہوتا تو پردۂ زمین پر کوئی تیرا ثانی دکھائی نہیں دیتا۔ یہ سنتے ہی کوّے کو حرص ہوئی کہ کچھ سنائے اور گیدڑ کے جی سے یہ شک بھی مٹائے۔ گلا کھنکھار کے منہ جو اس نے کھولا، وہ مزے دار لقمہ ٹپ سے نیچے آ تارہا۔ گیدڑ نے اٹھالیا اور مسکرا کے کہنے لگا کہ بندے نے سب باتوں میں آپ کی تعریف کی تھی مگر آپ کی عقل کی صفت تو نہیں کی تھی۔ کیا اس میں بھی نقص دکھانا تمھیں واجب ہوا تھا؟

حاصل

خوشامد کا ہوتا ہے جس کو مرض
نہیں اُس کی تعریف ہے بے غرض
نہ بھول اُس کی باتوں پہ سن لے ذرا
کہ اک روز اُس سے خطا پائے گا

چودھویں نقل

ایک شیر اپنی جوانی کے عالم میں بڑا ظالم تھا۔ جب بوڑھا ہوا، اس کا حال اور ہی ہو گیا۔ حاصل کلام، اُس کے چار دن کے ظلم کا دور جب اخیر ہو گیا، تب جتنے جانوروں کو اس

نے ستایا تھا، سب آن آن کر اپنا اپنا بدلہ اُس سے لینے لگے اور آپس میں ایکا کر کے اس پر ٹوٹ پڑے اور سبھوں نے مل کر اس کی خوب ہی خدمت کی اور اس نے بھی چار و ناچار برداشت کی مگر جب گدھے نے آن کر لات اٹھائی تو ذلت کے صدمے سے دل اس کا چور ہو گیا۔

حاصل

کر احسان گر تجھ کو طاقت ہے اب
کہ ہوں بندۂ لطف یہ لوگ سب
ثنا خواں ترے وہ رہیں گے مدام
برے وقت میں تیرے آئیں گے کام
اگر پاس ہے تیرے کچھ مال و زر
مدد کر غریبوں کی اے با خبر!

پندرھویں نقل

کسی کے پاس ایک اچھا سا کتا تھا، اس لیے ہر وقت اپنے خاوند کے ساتھ کھیل کوُد کیا کرتا۔ اُس گھر میں ایک گدھا بھی تھا۔ اس نے کتے کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر اپنے جی میں سمجھا کہ میں ہمیشہ اپنے خاوند سے دور رہتا ہوں، اس لیے اس خراب حال سے رہتا ہوں اگر کتے کی طرح سے اس کے ساتھ کھیلوں تو اچھا رہوں۔ دل میں یہ ٹھہرا کے خاوند کے پاس گیا اور جوں ہی کتے کی طرح اگلے دونوں پاؤں اُٹھا کے صاحب کی گود میں رکھنے لگا، اس

نے ایک سونٹے سے اُسے پیٹنا شروع کیا۔ بے چارہ گدھا عاجز اور پشیمان اپنے تھان پر چلا آیا اور کہنے لگا کہ سچ ہے، بزرگوں کا قول نہیں ٹلتا: ''ہر کارے و ہر مردے''۔

حاصل

ہر اک کا ہے دنیا میں کام اک جدا
کرے شیر کا کام کب بھیڑیا
تجاوز نہ کر اپنی حد سے کبھی
کہ گدھا بنائیں گے تجھ کو سبھی

سولھویں نقل

ایک دفعہ کسی شیر کے پنجوں تلے ایک چوہا آگیا اور شیر نے اسے مار ڈالنے کا قصد کیا مگر جب اس بے چارے نے بہت آہ وزاری سے اپنی جان بخشی چاہی، شیر نے اسے رہائی دی۔ چند روز کے بعد انقلابِ روزگار سے ایسا ہوا کہ وہی شیر ایک شکاری کے دام میں آگیا لیکن جب اُس چوہے کو یہ وحشت ناک خبر ملی، اُس نے اپنے محسن کی مدد کی اور بات کے کہتے جال کو کتر کے شیر کو خلاص کر دیا۔

حاصل

بنایا ہے گر تجھ کو حق نے امیر
نہ دیکھ ان غریبوں کو ہر گز حقیر

خبر اپنی گردش کی بھی ہے کہیں
کہ اک حال پر کوئی رہتا نہیں
کیا جس نے رحم اس نے پایا ہے زخم
خدا اس کا ہے جس نے کھایا ہے رحم

سترھویں نقل

ایک چیل بیماری سے قریب الہلاکت ہوئی۔ اس کی ماں جب چیخیں مار مار کے رونے لگی، تب بیٹی کہنے لگی کہ اماں! دور بھی کرو! رونے کلپنے سے کیا ہو گیا؟ پیروں سے مناجات مانگو کہ میری جان بچے۔ ماں نے جواب دیا کہ اے لڑکی! کون سا پیر میری تمھاری سنے گا۔ سبھوں کی قربانی کا گوشت ہم سبھوں نے چرایا ہے۔ اب اس وقت کون رحم کرے گا؟ اپنے وقت پر ہم لوگوں نے قصور نہیں کیا؟ ہماری اب کون رعایت کرے گا؟

حاصل

ہوا و ہوس میں کٹی زندگی
دمِ مرگ حاصل ہے شرمندگی
اگر تو نے اس وقت توباہ[1] نہ کی
تری زاریاں کب سنے گا کوئی
جوانی میں جس کی نہ لے تو خبر
کرے کب بڑھاپے میں تجھ پر نظر

---

(۱)　توبہ۔

اٹھارھویں نقل

ابابیل پیش بینی اور دور اندیشی میں ضرب المثل ہے۔ایک دفعہ کسی دہقان کو اس نے دیکھا کہ سن کی تخم پاشی کر رہا ہے۔ابابیل نے بہت سی چڑیوں کو ایک جا کر کے کہنا شروع کیا کہ تم سب کیا دیکھتی ہو۔یہ آدمی سن بور ہا ہے۔صیاد اسی سے ہم لوگوں کو پھنسانے کا پھندا بنا دے گا۔مناسب ہے کہ سب مل کے ایک ایک بیج کر کے چن ڈالیں۔اُن بے وقوفوں نے اس کی بات کو بالکل خیال نہیں کیا۔جب چھوٹے چھوٹے پودے نمود ہوئے، تب پھر ابابیل نے ان چڑیوں کو خبر دار کیا کہ ابھی وقت ہے، چلو کونپلیں اکھاڑ ڈالیں مگر وہ شامت زدہ چڑیائیں سب کچھ بھی متوجہ نہ ہوئیں۔جب ابابیل نے دیکھا کہ درخت ہو چلا، تب اپنے جی میں اُس نے کہا کہ اب یہاں رہنا اور انھوں کے شامل گرفتار ہونا عقل سے باہر ہے۔حاصل کہ چلتے وقت اپنے سب دوستوں سے کہنے لگی کہ بیٹھے بیٹھے دیکھو کیا ہوتا ہے اگر میری بات تمھارے آگے نہ آوے تو میرا نام کچھ اور ہی رکھنا۔اتنا گوش گزار کر کے ابابیل چلی آئی اور شہروں میں آدمی کی صحبت میں رہنے لگی۔تھوڑے دنوں کے بعد سن تیار ہوا اور صیادوں نے اُسے بٹا اور چڑیا بجھانے کا (۱) جال بنایا۔جب ابابیل کی چتائی (۲) ہوئی، کئی چڑیائیں پھنس گئیں؛ تب انھیں ہوا ہوا کہ ابابیل سچ کہتی تھی اور ہماری کم بختی آئی تھی کہ اس کی بات کو چٹکیوں پر ہم سب اڑاتے تھے۔

---

(۱) بجھانا۔دام میں گرفتار کرنا۔

Bajhana. To entangle, inveigle; to ensnare (as game) entrap, catch (Platts)

(۲) چتانا۔اطلاع دینا۔خبر دار کرنا۔

Chitana, To cause to observe, to draw attention (to) ; to apprise, inform, intimate; suggest, advise; to remind; to admonish, caution, warn; to give an alaram to , to alarm (Platts).

حاصل

جو عاقل ہے رہتا ہے وہ پُر حذر
کہ رکھتا ہے آیندہ کی سب خبر
ہے نفع و ضرر اپنا پہچانتا
ہر اک تخم کا پھل ہے وہ جانتا
نہیں پیش بینی جسے زینہار
وہ اک روز ہو گا بلا کا شکار

انیسویں نقل

ایک دفعہ مینڈکوں کو اپنی حالت آزادگی سے بڑی نفرت ہوئی۔ تب مشتری ستارے سے انھوں نے ایک بادشاہ کی درخواست کی۔ مشتری نے انھیں آزمانے کے لیے ایک کندۂ ناتراش کو آسمان پر سے جھیل کے بیچ میں ڈال دیا۔ وہ ایسی دھمک سے گرا کہ مینڈک سب ادھر اُدھر اپنی جان بچانے لگے، اور سوائے اس کے کہ مٹی میں سر دے دے کے چھپ رہیں، کچھ اور نہ بن پڑی۔ جب دیر تک یہی حالت رہی، ایک دلاور مینڈک نے سر اُٹھایا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضرت بادشاہ جس طرح تشریف لائے تھے، ویسے ہی پڑے ہیں۔ نہ ہلتے ہیں، نہ ڈولتے، نہ کچھ بولتے اور غصے میں آخر ذرا منہ بھی نہیں کھولتے۔ یہ دیکھ کر اُس نے اپنے بھائیوں کو بلایا اور سب احوال کہہ سنایا۔ ڈر جو اُن کا گیا، آہستہ آہستہ اُس کندے کے نزدیک آئے۔ جب قریب پہنچے دیکھا کہ وہی

حالت بادشاہ کی اب بھی ہے۔ وہ سب ایک ایک کر کے کود کود کے اُس پر چڑھے اور وہیں سے مشتری سے پھر عرض کرنے لگے کہ تو نے ایسا نامرد بادشاہ کیوں دیا؟ مشتری نے جواب میں کہا ''ٹھہرو میں تمھاری خاطر خواہ ایک بادشاہ بھیجتا ہوں۔ یہ کہہ کے ایک لگلگ کو نیچے اُتار دیا۔ اُس نے جھیل میں پہنچتے ہی ایک ایک مینڈک کو پکڑ پکڑ کر چکھنا شروع کیا۔ کم بختی کی ماری جو رعیت سامنے آئی، اُس کی یہی نوبت پہنچی۔ اس قتل عام سے مینڈکوں کا قافیہ تنگ ہوا اور مشتری کے پاس سب پھر نالاں ہوئے کہ ہم لوگ ایسے بادشاہ سے باز آئے یا تو کوئی دوسرا حاکم عادل بھیج یا جو ہماری حالت اصلی تھی اُسی میں چھوڑ دے۔ مشتری نے جواب دیا کہ اپنے کیے پر کیوں روتے ہو؟ تم سب پہلے بھلے تھے یا نہیں؟ لگلگ کو تمھاری بےصبری اور ناشکری کے بدلے میں نے بھیجا ہے۔ اب جس طرح سے چاہو اپنا بندوبست کرلو۔

حاصل

جو بےصبر ہیں، ہیں وہ خانہ خراب
خوشی کی نہیں اُن کو ملتی شراب
خرابی کا دن اُن کو آتا ہے پیش
بدلتے ہیں جو اپنی حالت ہمیش

بیسویں نقل

ایک دفعہ جب کبوتروں نے دیکھا کہ چیل اُن کو بہت ستانے لگی، شاہ باز کو اُنھوں

نے محافظ مقرر کیا۔ باز کو یہ اچھا وسیلہ ہاتھ آیا۔ چیل کے ساتھ لڑائی نہ کر کے آپ ہی کبوتروں کو ایک ایک کر کے کھانے لگا۔ چیل نے دو مہینے میں جو نقصان نہیں کیا تھا، شہباز نے گھر میں گھس کے دو ہی روز میں وہ کیا۔

حاصل

تو کر آپ فکر اپنی گر ہے عقیل
نہ کر اپنے دشمن کو اس میں دخیل
نہ کر اعتماد اپنے دشمن پہ تو
کہ جیتا نہ چھوڑے گا تجھ کو کبھو

اکیسویں نقل

بہت سے چور کسی گھر میں نقب دینے کے ارادے سے گئے۔ اس میں اُس مکان کا ایک پالا ہوا کتا بھونکنے لگا۔ ایک چور اُسے چمکارنے اور بہلانے لگا اور ایک نے روٹی کا ٹکڑا بھی اُس کے سامنے ڈال دیا۔ کتے نے جواب دیا کہ مجھ سے یہ نمک حرامی نہیں ہونے کی اور میں رشوت نہیں لینے کا۔ سوا اُس کے اگر اپنے خاوند کا نقصان کرنے کو ایک ٹکڑا کھاؤں اور ساری عمر کا آرام کھوؤں، یہ عقل کے بھی خلاف ہے۔

حاصل

بہت بدھے وہ جو کہ ہے نہ سپاس
وہ نا چیز ہے مرد دانا کے پاس

ہے چور اور خونی کا بھی اعتبار
مگر اُس کا جو آستیں کا ہے مار
خیانت تو آقا کی ہرگز نہ کر
ملے گر تجھے گنجِ قاروں کا زر

بائیسویں نقل

ایک سور کی مادہ حاملہ تھی۔ جب اُسے دردزہ پیدا ہوا، ایک بھیڑیے نے آن کر کہا: ''بہن تمھارے بچوں کی میں خبرداری کروں گا۔'' اُس نے جواب دیا ''چل دور ہو، تجھ سے یگانوں سے بیگانے بہتر۔''

حاصل

جو ہے خود غرض اُس سے بیزار ہو
نہ کر اعتماد اُس پہ اے نیک خو
ہمیش اُس سے پرہیز کر ہوشیار
کہ ظاہر میں ہے یار باطن میں مار

تیئیسویں نقل

کسی ملک میں ایک دفعہ غوغا ہوا کہ ایک پہاڑ کو درد زہ پیدا ہوا اور بچہ ہونے والا ہے۔ لاکھوں خلقت تماشے کے لیے جمع ہوئی کہ ایسی ماں کے بچے کو دیکھا چاہیے۔ ماں تو ایسی دراز قد ہے، اُس کا بچہ بھی اس کے مناسب ہی ہوگا۔ آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ ایک ہی دفعہ اُس پہاڑ کے اندر سے اک چوہا نکل پڑا۔

حاصل

نہیں فائدہ لن ترانی سے یار
سخن راست کہہ گر تو ہے ہوشیار
کہ جھوٹوں کی عزت نہیں ہے کہیں
جو سچے ہیں وہ اس سے ملتے نہیں
کوئی جھوٹ ہوتا ہے جب آشکار
تو جھوٹوں پہ ہوتی ہے لعنت کی مار

چوبیسویں نقل

ایک بے چارا گدھا خاوند[1] کی خدمت کرتے کرتے ایسا بوڑھا ہو گیا تھا کہ ایک

(۱) خاوند یعنی مالک

روز چلتے چلتے بوجھ لے کر بیٹھ گیا۔ اُس کے مالک نے اُٹھانے کے لیے اُسے اتنی لکڑیاں ماریں کہ ناتواں گدھا بے دم ہو گیا۔ جب گدھے کو ہوش آیا، اُس نے کہا کہ اس بے وفا دنیا کی رسم یہی ہے کہ اگر کوئی ساری عمر نمک حلالی اور جاں فشانی میں حاضر رہے اور اتفاقاً کوئی چھوٹا سا قصور اُس سے سرزد ہو تو زمانے کے لوگ اُس کی سب نیکیوں کو بھول جائیں گے اور ایک بدی کو یاد رکھیں گے۔

حاصل

جوانی میں جس نے کیا تیرا ساتھ
بڑھاپے میں ہرگز نہ چھوڑ اُس کا ہاتھ
نجیب اور شریفوں کا ہے یہ نشان
ضعیفی میں خادم کے ہیں قدر دان

پچیسویں نقل

ایک شکاری کتا جوانی میں اپنے خاوند کو بہت سا شکار کروا دیتا تھا۔ جب بوڑھا ہوا، اُس کا اور ہی عالم ہو گیا۔ نہ وہ چستی باقی رہی، نہ وہ چالاکی۔ اُس کے بے وفا خاوند کی مہربانی بھی اُسی درجے کم ہو گئی۔ آخر بے کار محض سمجھ کے اُس نے اس کتے کو نکال دیا، تب اس نے کہا "خداوند! آپ کو یہ لازم نہ تھا، اگرچہ میرا زور و شور جاتا رہا ہے مگر دل ویسا ہی ہے اور اگر آپ کی منصفی یہی ہے تو جیسا کم زوری کے سبب سے آپ نے دور کر دیا، بوڑھے ہونے کے لیے مجھے پھانسی دیجیے۔

حاصل

جو انصاف رکھتے ہیں دل میں ذرا
نہیں بھولتے ہیں وہ شرط وفا
بڑھاپے میں وہ لوگ صاحب شعور
نہیں اپنے خادم کو کرتے ہیں دور
وہ بوڑھوں کو کرتے نہیں نامراد
بڑھاپے کو اپنے بھی رکھتے ہیں یاد

چھبیسویں نقل

ایک دفعہ گدھا اور بندر دونوں اپنی اپنی مصیبت کا حال بیان کر کے رو رہے تھے۔ گدھے کو یہی حسرت تھی کہ خداوند عالم نے گائے اور بیل کا سا سینگ اُسے نہیں دیا تھا اور بندر کو لنگور کی دم کا ارمان تھا۔ یہ سن کر ایک چھچھوندر کہنے لگی کہ بس جانے دو، چپ بھی رہو۔ خدا نے جو دیا ہے اُس پر شکر کرو کیوں کہ ہم سب اندھوں کا حال تم سے نہایت برا ہے۔

حاصل

خدا کیا نہیں رکھتا ہے یہ تمیز
کہ دیوے تمھیں جو مناسب ہے چیز
رہو اُس سے خوش جو کے دیوے خدا
کہ بے صبری ہے اک بڑی سی خطا

ستائیسویں نقل

ایک دفعہ سب خرگوش اپنی حالت کو سوچ کر بہت دل گیر ہوئے۔ ایک نے کہا "دیکھیے ہم لوگ کیا بد نصیب ہیں۔ ہم سب کو خدا نے آدمی اور کتوں اور بازوں کے حوالے کیا ہے۔ ہمیشہ جان کے اندیشے میں اوقات کٹتی ہے۔ اب صلاح وقت یہی ہے کہ آپ سے آپ ہم لوگ جان دیویں، جو کل ہونے والا ہے آج ہی کیوں نہ ہو، ایسے جینے سے مرنا بہتر ہے۔" جب کہ سب خرگوشوں نے اس بات پر اتفاق کیا، سب کے سب مل کر اپنے ڈبانے کے لیے جھیل کی طرف روانہ ہوئے۔ جب تالاب کے کنارے پہنچے، اُن کی آمد کا شور وغل سن کے اور آہٹ پا کے خوف سے بہت سے مینڈک کنارے سے پانی میں کود پڑے۔ تب ایک ہوشیار خرگوش نے کہا "بھائیوں! جلدی نہ کرو۔ دیکھو، فقط ہم ہی لوگ ایسے کم بخت نہیں کہ سارے جہاں سے ڈرا کرتے ہیں؛ غور کرو کہ یہ مینڈک سب ہم لوگوں کی ہیبت سے کہاں نہیں جان چراتے پھرتے ہیں؟"

حاصل

نہیں کوئی دنیا میں آتا نظر
کہ رکھتا نہیں کچھ بھی خوف و خطر
خدا کے سوا کون ہے، کر تمیز
کہ بے فکر و اندیشہ ہو اے عزیز

اٹھائیسویں نقل

ایک بکری گھر سے باہر ہونے کے وقت اپنے بچے کو کہہ گئی کہ خبردار جب تک میں نہ پھروں دروازہ نہ کھولنا۔ اُدھر بکری باہر چلی ادھر ایک بھیڑیا گھر کے پیچھے سے آیا۔ وہ سن چکا تھا کہ بکری اپنے بچے کو کس طرح سے تاکید کر گئی تھی، اس لیے بکری کی آواز بنا کر بچے کو باہر سے کہنے لگا کہ بیٹا میں پھر کے آئی ہوں، دروازہ کھول دے۔ چوں کہ اس مکاری سے بچہ آگاہ تھا، اس نے جواب دیا کہ اے اماں! اپنی داڑھی دکھلا تو دروازہ کھول دوں۔

حاصل

فریبوں سے مکار کے اے جواں
بزور خرد اپنا ہو پاسباں
نگہ بانی عقل سے میرے یار
بچے گا تو آفت سے لیل و نہار
کہ ہے عقل سے نیک و بد کی تمیز
اگر عقل ہے غور کر اے عزیز

انتیسویں نقل

ایک کتے نے بھیڑی (بھیڑ) پر اس مضمون کی نالش کی کہ میں نے کئی پیمانے گیہوں کے اسے قرض دیے ہیں، اس کو یہ ادا نہیں کرتی۔ اس بات کے گواہ مجھے سے بھی

بزرگ اور شریف ہیں، یعنی بھیڑیا اور چیل اور گدھا۔ جب ان تینوں نے گواہی دی کے بھیڑی کا لینا ثابت کیا، مقدمہ اس پر فیصل ہوا کہ بھیڑی اپنی پیٹھ کے پشم کو بیچ کر[1] دین کو ادا کرے۔

حاصل

لگے جب سے دینے گواہی دروغ
عدالت میں سچ کو نہیں ہے فروغ
امیروں کے آگے کرے کیا غریب
لڑے گر انھوں سے تو ہے بد نصیب
جہاں ہوں طرف داری اے مہرباں
کہاں رحم و انصاف کی بو وہاں

تیسویں نقل

ایک سانپ کسی دہقان کے گھر میں جو گھسا، ناگہانی سے ایک لڑکے نے اس پر پاؤں رکھ دیا۔ غصے میں آکر اس موذی نے پلٹ کر اس بچے کو ایسا کاٹا کہ فوراً مر گیا۔ لڑکے کے باپ کو بڑا رنج ہوا اور سانپ کو دیکھتے ہی غصے سے بے اختیار ہو کر ایک وار اُس پر کیا؛ وہ خالی گیا اور اس کے وار کا نشان پتھر پر رہ گیا۔ ایک مدت کے بعد دہقان نے اُس سانپ سے ملاپ کرنے کا پیغام کیا مگر سانپ نے نہ مانا اور جواب دیا کہ حضرت معاف کیجیے؛ جب

(۱) قرضہ

تلک آپ اپنے لڑکے کے مرنے کو یاد رکھیے گا اور میں علیٰ ہذا القیاس اُس پتھر پر کے نشان کو، ہم لوگوں میں کبھی دوستی نہیں ہونے کی۔

حاصل

رہے دو دلوں میں برائی جہاں
بھلائی کا پاؤ گے کیوں کر نشاں
اگر دل میں ہوں دوستوں کے بدی
تو اُس دوستی سے بھلی دشمنی

اکتیسویں نقل

ایک دفعہ گیدڑ نے گرُوڑ[1] کی دعوت کی اور ہر قسم کا شوربا چوڑی چوڑی رکابیوں میں بھر دیا۔ گیدڑ نے چاٹ چاٹ کے کھانا شروع کیا اور مہمان کو کہا ''حضرت آپ بھی نوش جان فرمائیے، تکلف نہ کیجیے۔'' گرُوڑ نے دریافت کیا کہ گیدڑ نے اُس کے ساتھ اچھی ہنسی کی مگر کچھ بولا نہیں۔ رخصت کے وقت گیدڑ سے کہا کہ کل بندے کے گھر میں آپ کی دعوت ہے، آپ کو تکلف کرنا ہوگا۔ گیدڑ نے بہت سے بہانے کیے مگر گرُوڑ کے آگے کوئی

---

(۱) اصل لفظ گرڑ یا گرڑھ ہے جس کے معنی سارس کے ہیں۔ کارکرن نے اسے ہر جگہ گرُوڑ ہی لکھا ہے۔
Garud, Vulg, Garur. Name of mystical bird, the chief of the feathered race, the enemy of the serpent race, and the vehicle of Vishnu; a large kind of crane, the adjutant-bird, Ardea argala; a large vulture; the great horn-bill (Platts)

حیلہ نہ چل سکا۔ آخر مجبور ہو کر دعوت قبول کی۔ گڑ وڑ نے موسم کی ساری مزے دار چیزیں دسترخوان پر منگوایں مگر چونکہ لنبی لنبی (لمبی لمبی) گردن کے باسنوں میں خاصہ چنا گیا تھا، گیدڑ اُس میں کھا نہیں سکتا تھا۔ گڑ وڑ نے چونچ ڈال ڈال کر خوب کھانا شروع کیا اور گیدڑ کو کہا ''حضرت تناول فرمایئے، کچھ تکلف نہ کیجیے۔'' گیدڑ سمجھا کہ میری ہنسی کا اس نے بدلا لیا، خاموش ہو رہا اور دل میں یہ کہتا ہوا وہاں سے بھاگا کہ میں نے جیسا کیا ویسا پایا۔

حاصل

ٹھٹھول اور دمباز ہے جو کوئی
جب آتا ہے دم میں کسی کے کبھی
بہت سا پشیمان ہوتا ہے وہ
وہی کاٹتا ہے جو بوتا ہے وہ

بتیسویں نقل

ایک گیدڑ کسی بت تراش کی دکان میں گیا اور اِدھر اُدھر کی چیزوں کو پسند کرنے لگا۔ اتفاقاً ایک بہت خوب صورت بت پر اُس کی نظر جا پڑی۔ اُسے بغور دکھ کر کہنے لگا کہ تو بڑے ہنرمند کا بنایا ہوا ہے اور بہت حسن رکھتا ہے مگر افسوس کہ تو محض بے مغز ہے۔

حاصل

نہ سمجھو کہ سارے حسین اور جمیل
خرد مند و لایق ہوں اور ہوں عقیل

کسی کے نہ جا ظاہر حال پر
کہ باطن کی اُس کے نہیں کچھ خبر

تینتیسویں نقل

ایک کوا اپنے آپ کو خوب صورت بنانے کے لئے اور چڑیوں کے طرح طرح کے خوش رنگ پروں سے نہایت آراستہ و پیراستہ ہوا۔ اُس کو ایسا رنگیلا دیکھ کر اور پرندوں کو رشک پیدا ہو، مگر جب عقدہ کھل گیا، سبھوں نے کوے کے پر و بال میں سے اپنے اپنے پر نکال لیے۔ جب اُس کی صورت اصلی دکھائی دی، اُس کے بھائی بندوں نے خوب ہی اُس کے موزے لیے۔

حاصل

غریبی کی حالت میں اے نکتہ رس
کرے گا امارت کی جو کوئی ہوس
اسے یاد رکھ ہم سے اے باشعور
کہ ہووے گا اک دن وہ رسوا ضرور

چونتیسویں نقل

ایک دفعہ چیونٹی اور مکھی میں مناظرہ ہوا۔ مکھی کہنے لگی کہ دنیا میں کون سی مجلس عیش و نشاط کی ہوتی ہے کہ جس میں ہم شریک نہیں ہوتے۔ سارے بت خانے اور عالی شان عمارتیں میرے لیے کھلی رہتی ہیں۔ بتوں کے آگے کا خاصہ ہم چکھتے ہیں اور شاہ زادوں کی دعوت کھاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ بغیر خرچ اور دردسر کے یہ سب چیزیں ہم کو میسر ہوتی ہیں۔ کبھی کبھی بادشاہوں کے تاج پر پانو (پاؤں) رکھ دیتے ہیں اور کبھی نازنینوں کے لب سے لب ملاتے ہیں۔ بھلا تیری کیا حقیقت ہے کہ میرے آگے اپنی بزرگی جتاتی ہے؟ چیونٹی نے جواب دیا کہ چپ رہ! اور فخر بے ہودہ نہ کر۔ تجھے کیا معلوم نہیں کہ مہمان اور بن بلائے میں کتنا فرق ہے؟ اور تیری صحبت کو لوگ ایسا پسند کرتے ہیں کہ جہاں تجھے پاتے ہیں مار ڈالتے ہیں۔ تجھ سے کسی کو کچھ حاصل نہیں، یہاں تک کہ جس چیز کو تو چھوتی ہے اس میں پلو[1] پڑ جاتے ہیں اور خوب صورتوں کے منہ چومنے پر نازمت کر۔ گھورے پر کے غلیظ کے سوا تیرے منہ سے کیا نکلتا ہے۔ جس کو معشوق سب اور لطف طبع لوگ پسند کریں اور میرا حال یہ ہے کہ بندی جو خود پیدا کرتی ہے، اُسی کو کھاتی ہے اور لوٹ اور تاراج سے علاقہ نہیں رکھتی اور گرمیوں کے دن میں خوب ذخیرہ کرتی ہے تاکہ جاڑوں میں اوقات بسر ہو۔ اور تیری زندگی اس کے برعکس کٹتی ہے کہ چھ مہینے اُٹھائی گیروں کی طرح ادھر اُدھر سے لوٹ پاٹ کر کھاتی ہے اور باقی چھ مہینے فاقہ کرتی ہے۔

حاصل

نہیں تھوڑے سے فائدوں میں مگر
کبھی لذت زندگی اے پسر

(۱) پلو: کیڑا

جسے اپنا آرام درکار ہے
مصیبت کے دن سے خبر دار ہے
کوئی حال انساں کا اے ہم نشین
توسط کی حالت سے بہتر نہیں

پینتیسویں نقل

ایک بڑا سا ٹرہ کہیں چرتا تھا۔ ایک مینڈک اُسے دیکھ کر اپنے لڑکے بالوں کو چلاّ کے کہنے لگا کہ، دیکھو کیا بڑا جانور ہے، مگر اب میری طرف خیال کرو کہ میں اسے سے زیادہ لنبا (لمبا) چوڑا ہو سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے کو پھلانا شروع کیا، یہاں تک کہ پیٹ پھٹ کر مر گیا۔

حاصل

جو چھوٹے بڑوں کو نہیں مانتے
بہت آپ کو ہیں بڑا جانتے
بس ایسی خرابی میں پڑتے ہیں وہ
کہ غار ہلاکت میں سڑتے ہیں وہ

چھتیسویں نقل

کسی گدھے کے پانو (پاؤں) میں کانٹا جو چبھ گیا اور جراح اُس کو میسر نہ ہوا، لا چار ایک بھیڑیے سے اُس نے رجوع کیا۔ بھیڑیے نے اپنے دانتوں سے کانٹے کو نکال دیا اور دل میں حرص کے دانتوں کو اُس پر تیز کیا۔ گدھا چوں کہ ایسا گدھا نہیں تھا کہ بھیڑیے کے فریب کو اپنے حق میں بہتر جانتا اور اُس کے دلی ارادے کو نہیں سمجھتا، اُس نے اُس کے کان کے نیچے ایک لات ایسی زور سے لگائی کہ بھیڑیا بیٹھ ہی تو گیا۔

حاصل

جو نا آشنا اور ہیں بے وفا
کوئی اُن کا ہوتا نہیں آشنا
جو ہیں دُشمن خلق اے نیک نام
انھیں دشمنوں ہی سے پڑتا ہے کام
جو چاہے کہ ہو دوست اُس کا جہان
بھلائی کرے سب کے ساتھ اے جوان

سینتیسویں نقل

ایک شخص جہاز پر سوار ہوا۔ چوں کہ سمندر کا سفر اُس نے کبھی نہیں کیا تھا، جب

طوفان آیا اور جہاز نے چر[1] کے اوپر چڑھ کے ٹکر کھائی، اوروں کو بڑی دہشت ہوئی اور اپنی زندگی سے لوگ مایوس ہوئے، مگر اُس آدمی نے شکر بھیجا اور کہا، الحمد اللہ کہ ہم کنارے پر پہنچے۔

حاصل

یہ ہے خاصۂ آدمی اے عزیز
وہی جانتا ہے جو ہے با تمیز
کہ جس چیز سے پاتے ہیں ہم گزند
سمجھتے ہیں اُس کو بہت سود مند
جسے نیک و بد کی نہیں کچھ تمیز
ہلاکت ہے اک دن اُسے اے عزیز
اگر اپنے آرام پر ہے نظر
بھلے اور برے میں بہتر سوچ کر

اڑتیسویں نقل

ایک موٹا تازہ گھوڑا زیوروں سے لدا ہوا چلا جاتا تھا۔ راہ میں اُس نے ایک غریب بے کس گدھے کو دیکھا کہ بوجھ لیے چلا جاتا ہے۔ اُسے ڈپٹ کے کہنے لگا کہ کیوں بے گدھے! تو مجھے پہچانتا نہیں کہ میں کون ہوں؟ اور کس شخص کی سواری کا گھوڑا ہوں۔ تجھے

(۱) چر، جزیرہ۔

Char. A sandbank, an island formed by the current of a river, a shoal, a ford (Platts)

معلوم نہیں کہ جب میرا آقا مجھے پر سوار ہوتا ہے، میری پیٹھ پر ساری سلطنت کا بوجھ رکھا رہتا ہے میری راہ سے ہٹ جا نہیں تو تجھ کو خاک میں روند ڈالوں گا۔ یہ سن کر بے چارے گدھے نے مارے ڈر کے راستہ چھوڑ دیا اور دل میں کہنے لگا کہ اگر میرے دن ایسے بھرتے کہ جیسے اس نصیب اور کے ہیں تو کتنا شکر میں کرتا۔ غرض ایک مدت تک وہ بے چارا گدھا اپنی بے کسی کے حال پر افسوس کرتا تھا کہ اتفاقاً ایک روز اُسی گھوڑے سے پھر ملاقات ہوئی، مگر اُس کی صورت کچھ اور ہی ہوگئی تھی۔ نہ وہ شان باقی رہی تھی نہ وہ شوکت، نہ وہ سونے کی ہیکل، نہ وہ کارچوبی چار جامہ، بلکہ اُس کے بدلے ژولیدہ حال اور گرد آلودہ ایک مہتر کی گاڑی میں جُتا ہوا آہستہ آہستہ اپنے کو گھسیٹتا ہوا چلا جاتا تھا۔ جب گدھے نے اُس کے حال میں آگے سے اتنا فرق پایا، اُس نے پوچھا ''کیوں جی یہ کیا ہوا کیا اُس مثل کی دلیل تم ہی ہوئے'' کبھی گاڑی ناؤ پر اور کبھی ناؤ گاڑی پر۔'' گھوڑے نے جواب دیا کہ جب تو نے مجھے دیکھا تھا، میں امیر الامرا کی سواری کے خاصوں میں تھا، مگر چوں کہ لڑائیوں میں بہت زخمی اور بے کار ہولیا، اس سبب سے میرا یہ حال ہوا اور گردش روزگار سے یہ کچھ تعجب کی بات نہیں، گاہے چناں گاہے چنیں۔

حاصل

جو چیزیں کہ ظاہر میں ہیں خوش نما
بھڑک اور چمک اُن کی ہے دل ربا
فرومایہ اور بے وقوفوں کے پاس
بہت قدر ہے اُن کی اے حق شناس
سوا اس کے جو لوگ ہیں بے خرد
کبھی وہ سمجھتے نہیں نیک و بد
توسط کے لوگوں کو وہ ہرزہ کار

بہت جاتے ہیں حقیر اور خوار
سمجھتے نہیں اس کو وہ بوالہوس
کہ آرام و راحت ایسی میں ہے بس
جسے عافیت اپنی منظور ہو
توسط میں رہنے دے وہ آپ کو

انتالیسویں نقل

کسی نیول (نیولے) نے ایک دفعہ چمگادڑ کو پکڑا۔ اُس نے ہزاروں منت سے اپنی جان بخشی چاہی مگر نیول نے کچھ نہ سنا اور کہا ''میں چڑیا کو ہرگز نہیں چھوڑتا، اس بات کی مجھے کو قسم ہے۔'' چمگادڑ نے سوچ کر فوراً جواب دیا کہ اے صاحب! میں تو چوہا ہوں۔ میری ہیئت تو دیکھو، چڑیوں سے بھلا مجھے کیا نسبت۔ یہ سن کر نیول نے اُسے چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر ایسا اتفاق ہوا کہ اُسی چمگادڑ کو کسی دوسرے نیول نے پکڑا اور پھر اُس چمگادڑ کو اپنی رہائی کی فکر پڑی۔ بے چاری نے اُس نیول سے بہت سی منت اور عاجزی کی۔ نیول نے کہا کہ میں چوہے کو ہرگز نہیں چھوڑتا۔ چمگادڑ نے جھٹ سے عرض کیا کہ حضرت! واہ واہ آپ نے کیا مجھے چوہا سمجھا، میں تو چڑیا ہوں۔ میرے پروں کو ملاحظہ فرمائیے۔ غرض اس طرح فقرہ بازی سے چمگادڑ نے دو دفعہ اپنی جان بچائی۔

حاصل

حواس آدمی کے رہیں گر درست
تو ہو سکتا ہے سارے کاموں میں چست

بلا کیسی ہی سخت ہو اور عظیم
وہ ٹالے گا ، ہے جس کو فکر سلیم
خطا ہوئے اوسان اگر وقت پر
تو رُستم سے بھی چھوٹ جاوے سپر
نہ بن آئے جو کام شمشیر سے
وہ بن جاتا ہے فکر و تدبیر سے
بلا میں پڑے جب کوئی ہوشیار
نہیں چوکتا فکر سے زینہار

چالیسویں نقل

ایک دفعہ پرندوں اور چرندوں میں بڑی گھمسان کی لڑائی ہونے لگی اور دونوں طرف کے مردانہ حملوں سے کسی کی فتح اور شکست کا حال معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس وسواس کے حال میں چمگادڑ سب سے کنارے تھی۔ جب دیکھا کہ چرند سب میدان میں غالب رہے، اُن کی طرف جا ملی مگر چندروز کے بعد چڑیوں نے جمعیت کر کے ہلا کیااور چرندوں میں جا گھسی، لیکن یہاں اس بھگوڑی کو پوری خرابی ہوئی کہ چڑیوں نے پروبال نوچ کر لنڈورا بنا کر اپنے فرقے سے نکال دیا اور حکم ناطق ہوا کہ وہ نمک حرام رات کے سوا ہرگز اپنے گھر سے نہ نکلے۔

حاصل

جسے راستی اور صفائی نہیں
کوئی دوست اُس کا نہیں بالیقیں

سخن ایسے بیہودوں کا زینہار
نہیں ہے کہیں قابل اعتبار

جسے اعتماد اپنا منظور ہو
نہ آنے دے پاس اپنے وہ جھوٹ کو

اکتالیسویں نقل

ایک بھیڑیا اپنے کھانے پینے کا بہت سا سامان جمع کر کے اپنے ماند[1]، سے باہر ہرگز نہ نکلتا اور اس اندیشے میں بیٹھا رہتا کہ اگر میں شکار کو جاؤں اور مکان کو خالی پا کر کوئی حریف آن کر یہ سب چکھ جائے تو میری ساری عمر کا سرمایہ مفت میں غارت ہو۔ ایک گیدڑ نے بھیڑیے کے یہ اطوار دیکھ کر سمجھا کہ اس میں کچھ راز ہے، اسے دریافت کیا چاہیے۔ دل میں یہ سوچ کر ماند کے پاس گیا اور بھیڑیے کو تسلیم کر کے کہنے لگا ''بندگی حضرت! حضور جو مدت سے شکار کو تشریف نہیں لے جاتے اس کا سبب ارشاد ہو تو خیر خواہ کے جی کی تسلی ہووے۔'' بھیڑیے نے جواب دیا کہ بھائی میری طبیعت اکثر ناساز رہتی ہے، اس جہت سے باہر نہیں نکلتا، تم دعا کرو کہ میں جلد شفا پاؤں۔ گیدڑ نے دیکھا کہ یہ بات بن نہ آئی کہ اس کا فقرہ خالی گیا۔ اُس نے جا کر ایک گڈریے سے کہا کہ فلانی جگہ ایک بھیڑیا رہتا ہے، اُسے جا کر مار ڈالو۔ اُس کے پتے پر گڈریے نے بھیڑیے کو پایا اور مار ڈالا۔ یہ سانحہ جب ہو چکا، گیدڑ جھٹ پٹ اُس ماند میں جا گھسا اور مقتول کی جگہ پر قائم مقام ہوا مگر اُس کی چاندنی

---

(۱) ماند۔ غار

Mand. Den (of a wild beast), lair, haunt, hole (of a fox, etc.) (Platts)

چار ہی دن تھی کیوں کہ کئی دن کے بعد گذر رہا جو اُس راہ سے گزرا اور گیدڑ کو دیکھا، فوراً اُس کو بھی وہیں ٹھنڈا کر دیا۔

حاصل

کسی سے نہ کر تو دغا و فریب
کہ دیتا نہیں ہے کسی کو یہ زیب
دغا باز ہیں جو کہ اور حیلہ گر
اُنھیں بھی پہنچتا ہے اک دن ضرر
وہ کردار سے اپنے پچھتاتے ہیں
کہ بدلے وفا کے دغا پاتے ہیں
اگر چاہتا ہے کہ ہو شادماں
نصیحت میری یاد رکھ اے جواں
دغا مت کر اپنے بے گانے کے ساتھ
کہ ملتا ہے اس کا عوض ہاتھوں ہاتھ

بیالیسویں نقل

اک ہرن کسی صاف نہر میں پانی پیتا تھا۔ اُس آب زلال میں اپنے سائے کو دیکھ کر بہت افسوس سے کہنے لگا کہ اگر میرے دبلے دبلے پاؤں اس خوب صورت شاخ دار سر کی مانند ہوتے تو میں اپنے دشمنوں کو کچھ چیز نہیں جانتا۔ وہ ہرن اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا

کہ ایک دفعہ شکاری کتوں کا بھونکنا اس طرح اُس کے کان تک پہنچا کہ ہرن پر ثابت ہوا کہ اسی کی طرف وہ چلے آتے ہیں۔ ایک لمحے کے بعد کتے بھی نظر آئے اور ہرن بھی چوکڑی بھرتا ہوا سامنے کے میدان کو طے کر کے جنگل کی طرف چلا اور کتوں کو کہیں کا کہیں پیچھے چھوڑا، مگر جوں ہی جنگل میں گھسا اور چاہا کہ ایک جھوڑی (جھاڑی) کے اندر سے نکل جاوے کہ اُس کے سینگ کانٹوں میں اُلجھ گئے اور ایسے بے طور پھنسے کہ چھڑا نہ سکا۔ اس عرصے میں کتوں نے پہنچ کر اُس کو شکار کیا۔ دم واپسیں ہرن یہ کہنے لگا کہ افسوس! دوستوں کو میں نے دشمن سمجھا اور دشمنوں کو دوست۔ میں اپنی شاخوں، پر فریفتہ ہوا تھا مگر انھیں نے مجھے بلا میں گرفتار کیا، اور اپنے پاؤں کی طرف حقارت سے دیکھا کرتا تھا، سو اُن کے سبب سے میں سارا میدان طے کر آیا اگر انھیں پر بھروسا کرتا تو اس وقت کتنی دور نکل جاتا۔

حاصل

غریب اور عاجز ترا دوست اگر
تیرے کام آئے برے وقت پر

وہ بہتر ہے اس یار سے اے پسر
جو خود کام ہے گرچہ ہو مال ور

اٹھا ایسے کی دوستی سے تو ہاتھ
مصیبت میں جو چھوڑ دے تیرا ساتھ

تینتالیسویں نقل

ایک سانپ نے کسی صورت سے لوہار کی دکان میں گھس کر ایک ریتی کو ایسا چاٹنا شروع کیا کہ اپنی زبان کو لہولہان کر ڈالا۔ جب اُس موذی نے خون کو دیکھا، یہ سمجھ کر خوش ہوا کہ میں نے ریتی کا خون پیا؛ اُس تصور میں زیادہ زور سے ریتی کو چاٹنے لگا، یہاں تک کہ مارے درد کے بے تاب ہو گیا۔ تب وہ ریتی کو دانت سے کاٹنے لگا مگر اس کے سب دانت ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ آخر جب کہ قریب الہلاکت ہوا، لاچار ہو کر اس کو ریتی سے ہاتھ اٹھانا پڑا۔

حاصل

لڑائی سے پہلے ہے تجھ کو ضرور
کہ معلوم کر اپنے دشمن کا زور
برابر ہو گر تاب و طاقت میں تو
تو لڑنے میں اُس سے نہ ہٹنا کبھو
اگر اُس کی سی تجھ میں طاقت نہیں
تو ہرگز نہ چھیڑ اس کو اے ہم نشیں

چوالیسویں نقل

بھیڑ اور بھیڑیوں میں ایک دفعہ لڑائی ہوئی۔ جب تک کہ کتوں نے بھیڑ کا ساتھ

کہ ایک دفعہ شکاری کتوں کا بھونکنا اس طرح اُس کے کان تک پہنچا کہ ہرن پر ثابت ہوا کہ اسی کی طرف وہ چلے آتے ہیں۔ ایک لمحے کے بعد کتے بھی نظر آئے اور ہرن بھی چوکڑی بھرتا ہوا سامنے کے میدان کو طے کر کے جنگل کی طرف چلا اور کتوں کو کہیں کا کہیں پیچھے چھوڑا، مگر جوں ہی جنگل میں گھسا اور چاہا کہ ایک جھوڑی (جھاڑی) کے اندر سے نکل جاوے کہ اُس کے سینگ کانٹوں میں اُلجھ گئے اور ایسے بے طور پھنسے کہ چھڑا نہ سکا۔ اس عرصے میں کتوں نے پہنچ کر اُس کو شکار کیا۔ دم واپسیں ہرن یہ کہنے لگا کہ افسوس! دوستوں کو میں نے دشمن سمجھا اور دشمنوں کو دوست۔ میں اپنی شاخوں، پر فریفتہ ہوا تھا مگر انھیں نے مجھے بلا میں گرفتار کیا، اور اپنے پاؤں کی طرف حقارت سے دیکھا کرتا تھا، سو اُن کے سبب سے میں سارا میدان طے کر آیا اگر انھیں پر بھروسا کرتا تو اس وقت کتنی دور نکل جاتا۔

حاصل

غریب اور عاجز ترا دوست اگر
تیرے کام آئے برے وقت پر
وہ بہتر ہے اس یار سے اے پسر
جو خود کام ہے گرچہ ہو مال ور
اٹھا ایسے کی دوستی سے تو ہاتھ
مصیبت میں جو چھوڑ دے تیرا ساتھ

تینتالیسویں نقل

ایک سانپ نے کسی صورت سے لوہار کی دکان میں گھس کر ایک ریتی کو ایسا چاٹنا شروع کیا کہ اپنی زبان کو لہولہان کر ڈالا۔ جب اُس موذی نے خون کو دیکھا، یہ سمجھ کر خوش ہوا کہ میں نے ریتی کا خون پیا؛ اُس تصور میں زیادہ زور سے ریتی کو چاٹنے لگا، یہاں تک کہ مارے درد کے بے تاب ہو گیا۔ تب وہ ریتی کو دانت سے کاٹنے لگا مگر اس کے سب دانت ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ آخر جب کہ قریب الہلاکت ہوا، لاچار ہو کر اس کو ریتی سے ہاتھ اٹھانا پڑا۔

حاصل

لڑائی سے پہلے ہے تجھ کو ضرور
کہ معلوم کر اپنے دشمن کا زور
برابر ہو گر تاب و طاقت میں تو
تو لڑنے میں اُس سے نہ ہٹنا کبھو
اگر اُس کی سی تجھ میں طاقت نہیں
تو ہرگز نہ چھیڑ اس کو اے ہم نشیں

چوالیسویں نقل

بھیڑ اور بھیڑیوں میں ایک دفعہ لڑائی ہوئی۔ جب تک کہ کتوں نے بھیڑ کا ساتھ

دیا، بھیڑیں بھڑیئوں پر غالب رہیں؛ جب کہ اُن موذیوں نے یہ دیکھا انھوں نے دام فریب کو بچھا کر بے چاری سیدھی بھیڑوں کے پاس ایلچی بھیج کر صلح کی درخواست کی اور کہلا بھیجا کہ اب اس جنگ و جدال سے ہاتھ اُٹھایا چاہیے اور جب تک کہ دونوں طرف سے صلح کے مراتب طے ہوں، رسم دستور کے موافق تمھارے کنبے ہمارے کتے، اور ہمارے بچے تمھارے یہاں اول[1] رکھے جاویں۔ اس بات کو بے چاری سادہ لوح بھیڑوں نے منظور کر کے اپنے کتے وہاں بھیج دیے اور بھیڑیوں کے بچے اپنے یہاں منگوا لیے۔ صلح نامہ ہنوز لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ بھیڑیوں کے بچوں نے اپنے ماں باپ کی جدائی کے سبب سے چلانا اور غل مچانا شروع کیا۔ اس بات سے آزردہ ہو کر اُن کے ماں باپ نے شور کیا، کہ دیکھو دیکھو بھیڑوں نے دغا کی اور ہمارے بچوں کو ستایا۔ یہ کہتے ہوئے سب کے سب اُن شامت زدہ بھیڑوں پر آ گرے۔ چوں کہ اس دفعہ کتے ادھر کی طرف نہ تھے جو اُن کا مقابلہ کرتے، اُن جفا کاروں نے جس جس طرح چاہا غریب لاچار بھیڑوں کو زیروزبر کیا اور اُن نادانوں نے کہ دوراندیشی کی راہ کو چھوڑ کر اپنے کو بے دست و پا کر ڈالا تھا، اپنی نادانی کی خوب ہی سزا پائی۔

حاصل

کرے صلح کا قصد موذی سے جو
وہ آفت میں ہے ڈالتا آپ کو
نہ دے اپنا ہتھیار موذی کو تو
کہ بے دست و پا ہوگا اے نیک خو
خدا نے کیا ہم سے جس کو جدا
کہاں میل ہو اُس سے اے باوفا

---

(۱) اول۔ ضمانت۔ گروی۔ رہن

OL. Personal hail or security, surety; pledge, pawn; hostage (Platts).

جو باطن میں رکھتا ہو بغض و عناد
نہ کر صلح پر اس کی تو اعتماد

پینتالیسویں نقل

اک بڑھئی نے جنگل سے یہ درخواست کی کہ مجھے فقط اتنی لکڑی عنایت ہو کہ اپنے بسولے کا دستہ بناؤں۔ جنگل نے اس درخواست کو چھوٹی سی بات اور ناچیز جان کر دستہ بنانے کے موافق لکڑی اُسے دی، مگر جب درختوں نے دیکھا کہ اُسی دستے کی مدد سے سارا جنگل کٹا جاتا ہے، انھوں نے کہا کہ اب اس کا علاج نہیں کیوں کہ اپنی حماقت سے ہم اس بلا میں گرفتار ہوئے۔

حاصل

اگر اپنی نادانیوں سے کبھی
مصیبت میں پڑتا ہے ناداں کوئی
پشیمانیوں کا پہنتا ہے تاج
کہ اپنے کیے کا نہیں کچھ علاج
ہر اک کام میں جو کہ ہے ہوشیار
سمجھتا ہے پہلی ہی پایان کار
سمجھ تو کہ بے راہ جو جائے گا
وہ ہر کام میں ٹھوکریں کھائے گا

چھیالیسویں نقل

کسی زمانے میں جسم کے سارے عضو پیٹ سے لڑ پڑے اور اُن سرکشوں کے سردار ہاتھ اور پاؤں تھے۔ وہ کہنے لگے کہ یہ بڑا ظلم ہے کہ ہم سب شب و روز پیٹ کی غلامی کیا کریں اور اسی کو کھلانے اور پلانے اور آسودہ رکھنے میں اوقات بسر کریں اور یہ نابکار کچھ بھی کام نہ کرے اور کھاپی کے نوابوں کی طرح پڑا رہے اور ہم سب ہر وقت اسی کی فرماں برداری کریں، بلکہ دعوتوں اور ضیافتوں میں اس کو لیے پھریں؛ علاوہ اس کے یہ عجب نا انصافی ہے کہ جب یہ حضرت بیمار ہوتے ہیں تو ہم سب بھی اُن کے ساتھ قید میں رہتے ہیں اور اُس حالت میں بھی ان کی فرمایشیں بجالاتے ہیں اور ان کے رنج و درد کو خواہی نخواہی آپس میں بانٹ لیتے ہیں، اور ہمیشہ یہ میاں صاحب کچھ نہ کچھ گڑ بڑی آپ ہی پیدا کیا کرتے ہیں۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہاتھ پاؤں خواہ مخواہ ان کے رنج و مصیبت کے شریک ہوں۔ حاصل کلام ہاتھ پاؤں نے کہا کہ اب ہم لوگوں کو یہ تابعداری اور جاں فشانی منظور نہیں۔ آیندہ کے لیے میاں پیٹ اپنے حق میں جو مناسب جانیں وہ کریں۔ اس کے بعد منہ نے کہا کہ بے اجازت ہاتھ کی اپنی راہ سے کسی چیز کو پیٹ کی طرف گزرنے نہیں دیں گے اور دانتوں نے جواب صاف دیا کہ ہمارا کام چکی کا ہے۔ جب تک کہ (کہ) ہاتھ ہم تک کچھ نہیں پہنچاوے گا ہم اپنے کو پیس کر پیٹ کر نہیں کھلاویں گے۔ غرض اسی طرح سب عضو نے باہم ہو کر پیٹ کے جلانے کی ترکیبیں کیں، مگر بعد چند روز کے سبھوں نے دیکھا کہ سب کے حس اور قوت میں کچھ کچھ خلل واقع ہونے لگا۔ ہاتھوں کا زور کم ہولیا اور چستی اور چالاکی جاتی رہی اور پاؤں کو کھڑے ہونے کی طاقت باقی نہ رہی۔ جب سارے اعضا پر اس ناتوانی کا سبب ظاہر ہوا، تب اپنی حماقت اور خرد ماغی پر نفرین بھیج کر انھوں نے چاہا کہ بہ دستور سابق اپنی اپنی خدمت میں سرگرم ہوں مگر بن نہ پڑی، اس لیے کہ اُس وقت تک پیٹ کو بھوک اور پیاس کے سبب سے ایسا صدمہ عظیم پہنچ چکا تھا کہ ہاتھ اور پاؤں کی مدد سے کچھ فائدہ نہ ہوا،

سب کا قصہ ایک بار ہی فیصل ہو گیا۔

حاصل

نہیں اس میں اے دوست کچھ ریب و شک
ہے آبادی ملک اُس دام تلک
کہ ہر قوم کے لوگ اے نام دار
رہیں اپنے پیشے میں سر گرم کار
مگر جب کسی مملکت میں کوئی
تکبر سے کرتا ہے گردن کشی
وہ اُس ملک میں ہے خلل ڈالتا
خبر اپنی اُس کو نہیں مطلقاً
کہاس کی خرابی بھی ہے اس کے ساتھ
جلا وہ، دیا آگ میں جس نے ہاتھ

سینتالیسویں نقل

اک چڑیا کسی تیار کھیت میں جا کر اپنے بچے رکھتی تھی اور جب دانا چگنے کے لیے گھونسلے سے نکل جایا کرتی، بچوں کو کہہ جایا کرتی کہ جو کچھ دیکھنا سننا مجھ سے کہہ دینا۔ ایک روز جب وہ پھر کے آئی، بچوں نے کہا کہ کھیت والا آج اس طرف آیا تھا اور کھیت کاٹنے کے

لیے تو لیے[1] محلے والوں کو بلا گیا ہے۔ یہ سن کر چڑیا نے کہا: ''خیر کچھ اندیشہ نہیں ہے''۔ دوسرے روز بچوں نے اپنی ماں سے کہا، کہ آج پھر وہ آن کر اپنے دوستوں کو کھیت کاٹنے کے لیے تاکید کر گیا ہے۔ چڑیا بولی کہ اے بچوں! ڈرو مت، ابھی کچھ خوف نہیں ہے۔ جب کہ تیسرے روز اُن بچوں نے کہا'' امّا (ماں) جان! کھیت والا اپنے بیٹے کو کل صبح کے وقت لے کے آوے گا اور آپ کھیت کو کاٹ کے لیے جائے گا۔ تب وہ بولی کہ اب اپنا بھی کچھ ٹھکانا رہنے سہنے کا کیا چاہیے کیوں کہ جب تلک پڑوسیوں اور دوستوں کی مدد پر کھیت کا کاٹنا موقوف تھا تب تلک کچھ اندیشہ نہ تھا مگر جب مالک اپنا کام آپ کرنے کو مستعد ہوا ہے بے شک وہ کام ہوگا۔

حاصل

جو چاہے کہ ہو اپنا انجامِ کار
نہ چھوڑے کسی اور پر زینہار
اگر چاہے لے اور سے اپنا کام
نگہبان ہو آپ اُس کا اے نیک نام

اڑتالیسویں نقل

ایک شیر بہت بیمار ہوا۔ جنگل کے سب جانور اُس کی عیادت کو آئے مگر گیدڑ نہ آیا۔ شیر نے اُس کو شقہ بھیج کر اپنی بیماری کے حال سے آگاہ کیا اور اشتیاق ملاقات ظاہر کیا۔

(۱) تو لیے۔ پڑوسی۔ دوست۔

اس کے جواب میں گیدڑ نے عرضی کی؛ اُس عرضی میں شیر کی صحت کے لیے خدا سے دعا مانگی مگر اپنے حاضر ہونے کے باب میں کچھ عذر کیا اور کہا کہ خانزاد کو اس بات سے بہت تعجب ہے کہ اکثر رعیتوں کے پاؤں کا نشان حضور کی دولت سرا کے اندر ہی جانے پر دلالت کرتا ہے مگر کسی نقش پا کا رخ باہر کی طرف نہیں معلوم ہوتا، اس لیے غلام دور ہی سے دعا کیا کرتا ہے۔

حاصل

یہ ہشیار کو چاہیے ہے ضرور
کہ اپنے کو رکھے وہ دشمن سے دور
تو رہ ایسا ہشیار اے ہم نفس !
کہ دشمن کا تجھ پر نہ ہو دست رس
نصیحت مری سن لے اے نیک خو !
کہ دشمن کے دم میں نہ آنا کبھو

انچاسویں نقل

ایک بنیلا[1] سُوَر کہیں پانی میں پڑا لوٹ رہا تھا۔ ایک گھوڑے نے وہاں آکر پانی پینے کا ارادہ کیا۔ اس بات پر دونوں میں نزاع ہوئی۔ گھوڑا کسی آدمی کے پاس گیا اور سُوَر سے

(۱) بنیلا۔ جنگلی

Baneta, Banaila. Pertaining to the forest; sylvan wild, sauage

(Platts)

بدلا لینے کے ارادے سے اُس کو اپنا شریک کیا۔ وہ شخص پانچوں ہتھیار سے درست ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور سُؤر کو مار کر گھوڑے کو بہت خوش کیا، مگر جب گھوڑے نے شکر گذاری کر کے ارادہ جنگل کا کیا، اُس مرد نے روکا اور کہا کہ بھائی شاید اگر ہمیں بھی کہیں ایسی ضرورت ہو تو ہم تمھیں کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟ آپ اُصطبل میں رہیے اور بخوبی دانا گھاس کھائیے۔ تب گھوڑے نے معلوم کیا کہ اُس کی آزادگی گئی اور مخلصی مشکل نظر آنے لگی۔ اُس نے بدلہ کیا لیا، اپنا ہی حال مبدل کر دیا۔

حاصل

بہت ایسے بھی ہیں بے شعور
کہ تھوڑی سی آفت کے کرنے کو دور
بڑی آفتیں کرتے ہیں اختیار
سمجھتے نہیں اُس کا پایان کار
نصیحت مری سن لے اے نیک خو
بڑی آفتوں سے بچا آپ کو
اور ایسے بھی ہیں لوگ جو پائے نام
کہ پاداش لینے کو اور انتقام
وہ سب زندگی اپنی اے مہربان
مصیبت میں ہیں کاٹتے بے گمان
ذری سی خوشی کے لیے یار تو
بڑی ناخوشی میں نہ پڑنا کبھو

پچاسویں نقل

دو لڑکے کسی قصاب کی دکان میں گئے۔ ایک نے اک ٹکڑا گوشت کا چرا کر دوسرے کے حوالے کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد قصاب نے دیکھا کہ گوشت کا ایک ٹکڑا غائب ہے۔ اُس نے دونوں کو چوری لگائی۔ جس نے چرایا تھا اس نے لاکھوں قسمیں کھائیں کہ میرے پاس نہیں ہے اور جس کے پاس گوشت تھا اُس نے سوگند کھائی کہ میں نے نہیں چرایا۔ قصاب نے کہا کی ایسی حیلہ سازیوں سے انسان کو البتہ فریب دو گے اور آدمی کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے مگر اُس کی آنکھ تو دیکھتی ہے کہ جو اوپر بیٹھا ہوا تمھارا تماشا دیکھ رہا ہے۔

حاصل

یہ حاصل ہے اس نقل کا اے پسر
کہ بالفرض مکاریوں سے اگر
نہ معلوم ہو تیرا سب مکر و زُور
خدا کو تو ہے علم اُس کا ضرور
اگر خوف عقبیٰ کا رکھتا ہے تو
نصیحت میری بھولنا مت کبھو
نہ وہ کام کر خلق میں زینہار
کہ ہو جس میں خالق سے تو شرمسار

قطعہ

شکر اللہ کا ہو چکا مطبوع
نسخۂ نغز جوہرِ اخلاق
چاہیے اس کو نیز تیشۂ فکر
کہ یہ ہے کانِ گوہرِ اخلاق
سمجھے وہ اس کو جس کے ہاتھ میں ہو
تیغِ تسخیرِ کشورِ اخلاق
ہم نے کھولا ہے عاقلوں کے لیے
درِ گنجینۂ زرِ اخلاق
جس کو تہذیبِ نفس ہے درکار
ہے وہ جو یائے زیورِ اخلاق
مئے معنی سے ہو گا وہ سرخوش
جو پیے گا یہ ساغرِ اخلاق
ہم نے دکھلایا آنکھ والوں کو
جلوۂ مہرِ انورِ اخلاق
ہو مفید جہانیاں یہ کتاب
رہے جب تک کہ دفترِ اخلاق

جوھرِ اخلاق

یونانی اسپ کی نقلیات کا ترجمہ اُردُو زبان میں دلی اور لکھنو کے خاص لوگوں کے محاورے میں جس کو احقر العباد جیمز فرانسس کارکرن نے ترجمہ کر کے اور شاہ الفت حسین موسوی کی نظر سے گذران کے جناب مستطاب، سخن پرور، عدل گستر، حاکم عدالت دیوانی صدر کلکتہ، رابرٹ ہالڈن راٹری بہادر دام دولتہ کی خدمت میں نذر دینے کو مدرسۂ عالیہ میں سنہ ۱۸۴۵ء میں چھپوایا:

حق سے امید ہے کہ تا دم صور
قدر دان سخن رہیں مسرور
کہ یہ ہیں آبیار باغ سخن
ان سے ہے نو بہار باغ سخن
ہیں بھرے وصف نیک خوئی سے
پاک ہیں عیب عیب جوئی سے
لاکھ عیبوں کو جی سے دھوتے ہیں
اک ہنر پا کے شاد ہوتے ہیں
اس جہاں کو قیام ہو جب تک
رہیں قائم جہاں میں یہ تب تک

☆......☆......☆......☆......☆

مجلس ترقی ادب لاہور